فضائلِ قرآن مجید عکسی

کی

چہل حدیث

مُرتّبہ و مُترجّمہ

حضرت مولانا الحافظ الحاج محمّد زکریا صاحب مدظلہٗ

جس میں

اوّل قرآن پاک کے فضائل میں چالیس احادیث مع ترجمہ و شرح تحریر فرمائی ہیں، اس کے بعد سات حدیثیں قرآن پاک کے متفرق احکام میں ذکر فرماکر تتمہ میں ان سب مضامین پر اجمالی تنبیہ فرمائی ہے،
اخیر میں ایک دوسری چہل حدیث کا مع ترجمہ اضافہ
فرمایا ہی جو بجید اختصار کے باوجود نہایت ہی جامع ہی

ناشر
مکتبہ اشاعتِ تیمیہ قاری منزل مراسٹریٹ متصل پاکستان چوک کراچی نمبر ۱

فہرست مضامین "فضائلِ قرآن"

تمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ وَاَنْزَلَ لَهُ الْقُرْاٰنَ وَجَعَلَهُ مَوْعِظَةً وَّشِفَاۤءً وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّذَوِى الْاِيْمَانِ لَارَيْبَ فِيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا وَّاَنْزَلَهٗ قَيِّمًا حُجَّةً نُّوْرًا لِّذَوِى الْاِيْقَانِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَكْمَلَانِ عَلٰى خَيْرِ الْخَلَائِقِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ الَّذِيْ نَوَّرَ الْقَلْبَ وَالْقُبُوْرَ نُوْرُهٗ وَرَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ظُهُوْرُهٗ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الَّذِيْنَ هُمْ نُجُوْمُ الْهِدَايَةِ وَنَاشِرُ الْفُرْقَانِ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِالْاِيْمَانِ وَبَعْدُ فَيَقُوْلُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰى رَحْمَةِ رَبِّهِ الْجَلِيْلِ عَبْدُهٗ الْمَدْعُوُّ بِزَكَرِيَّا بْنِ يَحْيٰى بْنِ اِسْمٰعِيْلَ هٰذِهِ الْعُجَالَةُ اَرْبَعُوْنَةٌ فِىْ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ اَلَّفْتُهَا مُمْتَثِلًا لِاَمْرِ مَنْ اِشَارَتُهٗ حُكْمٌ وَّطَاعَتُهٗ غُنْمٌ۔

"تمام تعریف اُس پاک ذات کیلئے ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو وضاحت سکھائی اور اس کیلئے وہ قرآن پاک نازل فرمایا جسکو نصیحت اور شفا اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کیلئے بنایا جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کسی قسم کی کجی بلکہ وہ بالکل مستقیم ہے، اور حجت و نور ہے یقین والوں کیلئے، اور کامل و مکمل درود و سلام اس بہترین خلائق پر ہو جو جس کے نور نے زندگی میں دلوں کو اور مرنیکے بعد قبروں کو منوّر فرما دیا، اور جس کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے، اور آپؐ کی اولاد و اصحابؓ پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور کلام پاک کے پھیلانیوالے، نیز ان مؤمنین پر بھی جو ایمان کے ساتھ انکے پیچھے لگنے والے ہیں، حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ کی رحمت کا محتاج بندہ زکریا بن یحییٰ ابن اسمٰعیل عرض کرتا ہے کہ یہ جلدی میں لکھے ہوئے چند اوراق فضائلِ قرآن میں ایک چہل حدیث ہے جسکو میں نے ایسے حضرات کیلئے امتثالِ حکم میں جمع کیا ہے جن کا اشارہ بھی حکم ہے اور انکی اطاعت ہر طرح مغتنم ہے"۔

حق سبحانہ وتقدس کے ان انعاماتِ خاصہ میں سے جو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہی ہیں مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال مدرسہ کے اجمالی حالات سنانے کے لئے منعقد ہوتا ہے، مدرسہ کے اس جلسہ میں مقررین، واعظین، اور مشاہیر اہلِ ہند کے جمع کرنیکا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا، جتنا کہ اللہ والے، قلوب والے، گمنامی میں رہنے والے مشائخ کے اجتماع کی سعی کی جاتی ہے، وہ زمانہ اگرچہ کچھ دور ہو گیا ہے جبکہ حجۃ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اور قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی تشریف آوری حاضرینِ جلسہ کے قلوب کو منوّر فرمایا کرتی تھی مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے زیادہ دور نہیں ہوا جبکہ ان مجددینِ اسلام اور شموسِ ہدایت کے جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہو کر مُردہ قلوب کیلئے زندگی و نورانیت کیلئے چشمے جاری فرمایا کرتے تھے اور عشق کے پیاسوں کو سیراب فرماتے تھے، دورِ حاضر میں مدرسہ کا سالانہ جلسہ اُن بدورِ ہدایت سے بھی گو محروم ہو گیا مگر انکے سچے جانشین حضارِ جلسہ کو اب بھی انکے فیوض و برکات سے مالامال فرماتے ہیں، جو لوگ امسال جلسہ میں شریک رہے ہیں وہ اسکے لئے شاہد عدل ہیں آنکھوں والے برکات دیکھتے ہیں لیکن ہم سے بے بصر بھی اتنا ضرور محسوس کرینگے کہ کوئی بات ضرور ہی مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں اگر کوئی شخص شُستہ تقاریر اور زوردار لیکچروں کا طالب بنکر آئے تو شاید وہ اتنا مسرور نہ جائے جس قدر کہ دوائے دل کا طالب کامگار و فیضیاب جائیگا فللّٰہ الحمد والمنۃ اسی سلسلہ میں سالِ رواں ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ کے جلسہ میں حضرت الشاہ حافظ محمد ٰیسین صاحب نگینوی رح نے قدم رنجہ فرما کر اس سیہ کار پر جس قدر شفقت و لطف کا مینھ برسایا ناکارہ اس کے تشکر سے بھی قاصر ہے ممدوح کے متعلق یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں پھر آپکے اوصافِ جلیلہ یکسوئی تقدس مظہر انوار و برکات وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی، جلسہ سے فراغت پر ممدوح جب مکان واپس تشریف لے گئے تو گرامی نامہ، مکرمت نامہ، عزت نامہ سے مجھے اس کا حکم فرمایا کہ فضائلِ قرآن میں ایک چہل حدیث جمع کر کے اس کا ترجمہ خدمت میں پیش کروں، اور نیز یہ کہ اگر ممدوح کے حکم سے میں نے انحراف کیا تو وہ میرے جانشین شیخ اور مثلِ والد چچا جان مولانا الحاج الحافظ مولوی محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اس حکم کو مؤکد کرائیں گے، اور بہرحال یہ خدمت ممدوح کو مجھ جیسے ناکارہ ہی سے لینا ہی، یہ افتخار نامہ ایسی حالت میں پہنچا کہ میں سفر میں تھا اور میرے چچا جان یہاں تشریف فرما تھے، انھوں نے میری واپسی پر یہ گرامی نامہ اپنی تاکیدی حکم کیساتھ میرے حوالہ فرمایا کہ جس کے بعد نہ مجھے کسی معذرت کی گنجائش رہی اور نہ اپنی عدمِ اہلیت کے پیش کرنیکا موقع رہا، میرے لئے شرح مؤطا امام مالک رح کی مشغولیت بھی ایک قوی عذر تھا، مگر ارشاداتِ عالیہ کی اہمیت کی وجہ سے اس کو چند روز کیلئے ملتوی کر کے ماحضر خدماتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور ان لغزشوں سے جن کا وجود میری نااہلیت کے لئے لازم ہی معافی کا خواستگار ہوں،

(حضرت مولانا) محمد زکریا کاندھلوی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

چہل حدیث بابت فضائل قرآن شریف

رجاء الحشر في سلك من قال فيهم النبي صلى الله عليه وسلم من حفظ على أمتي أربعين حديثا في أمر دينها بعثه الله فقيها وكنت له يوم القيامة شافعا وشهيدا قال العلقمي الحفظ ضبط الشيء ومنعه من الضياع فتارة تكون حفظ العلم بالقلب وإن لم يكتب وتارة في الكتاب وإن لم يحفظه بقلبه فلو حفظ في كتاب ثم نقل إلى الناس دخل في وعد الحديث وقال المناوي قوله من حفظ على أمتي أي نقل إليهم بطريق التخريج والإسناد وقيل معنى حفظها أن ينقلها إلى المسلمين وإن لم يحفظها ولا عرف معناها وقوله أربعين حديثا صحاحا أو حسانا قيل أو ضعافا يعمل بها في الفضائل اهـ فلله در الإسلام ما أيسره ولله در أهله ما أجود ما استنبطوا رزقني الله تعالى وإياكم كمال الإسلام وما لا بد من

"اس جماعت کے ساتھ حشر ہونے کی امید میں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری امت کیلئے ان کے دینی امور میں چالیس حدیثیں محفوظ کریگا، حق تعالے شانہ اس کو قیامت میں عالم اٹھائے گا اور میں اس کیلئے سفارشی اور گواہ بنوں گا، علقمی کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا شے کے منضبط کرنے اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے، چاہے بغیر لکھے برزبان یاد کرلے یا لکھ کر محفوظ کرلے اگرچہ یاد نہ ہو پس اگر کوئی شخص کتاب میں لکھکر دوسروں تک پہنچاوے وہ بھی حدیث کی بشارت میں داخل ہوگا۔ مناوی کہتے ہیں "میری امت میں محفوظ کرلینے" سے مراد ان کی طرف نقل کرنا ہے سند کے حوالہ کے ساتھ، اور بعض نے کہا ہے کہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے، اگرچہ وہ برزبان یاد نہ ہوں، نہ ان کے معنی معلوم ہوں، اسی طرح چالیس حدیثیں بھی عام ہیں کہ سب صحیح ہوں یا حسن معمولی درجہ کی ضعیف، جن پر فضائل میں عمل جائز ہو، اللہ اکبر! اسلام میں بھی کیا کیا سہولتیں ہیں اور تعجب کی بات ہے کہ علماء نے بھی کس قدر

اَلتَّنْبِیْهِ عَلَیْهِ اِنِّیْ اِعْتَمَدْتُ فِی التَّخْرِیْجِ عَلَی الْمِشْکوٰةِ وَتَخْرِیْجِهٖ وَشَرْحِهِ الْمِرْقَاةِ وَشَرْحِ الْاِحْیَآءِ لِلسَّیِّدِ مُحَمَّدِنِ الْمُرْتَضٰی وَالتَّرْغِیْبِ لِلْمُنْذِرِیِّ وَمَاعَزَوْتُ اِلَیْهَا لِکَثْرَةِ الْاَخْذِ عَنْهَا وَمَا اَخَذْتُ عَنْ غَیْرِهَا عَزَوْتُهٗ اِلٰی مَاخَذِهٖ وَیَنْبَغِیْ لِلْقَارِیِّ مُرَاعَاتُ اٰدَابِ التِّلَاوَةِ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ،

باریکیاں نکالی ہیں، حق تعالیٰ شانہ کمالِ اسلام مجھے بھی نصیب فرماویں اور تمہیں بھی،
اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے، وہ یہ کہ احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے مشکوٰۃ تنقیح الرواۃ، مرقاۃ اور احیاء العلوم کی شرح اور منذری کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے، اور کثرت سے ان سے لیا ہے، اس لئے اُن کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی، البتہ ان کے علاوہ کہیں سے لیا ہو تو اس کا حوالہ نقل کردیا، نیز قاری کے لئے تلاوت کے وقت اس کے آداب کی رعایت بھی ضروری ہے،

مقصود سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلام مجید پڑھنے کے کچھ آداب بھی لکھ دیئے جائیں، کہ ع "بے ادب محروم گشت از فضلِ رب" مختصر طور پر آداب کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے، محبوب ومطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں، جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ معشوق کے خط کی، محبوب کی تقریر وتحریر کی کسی دل کھوئے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے، اس کے ساتھ جو شیفتگی وفریفتگی کا معاملہ ہوتا ہے اور ہونا چاہئے وہ قواعد وضوابط سے بالاتر ہے، ع

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھادے گی

اس وقت اگر جمالِ حقیقی اور انعاماتِ غیر متناہی کا تصوّر ہو تو محبت موجزن ہوگی، اسکے ساتھ ہی وہ احکم الحاکمین کا کلام ہے، سُلطان السلاطین کا فرمان ہے، اس سطوت وجبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جس کی ہمسری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑچکا ہے وہ تجربے سے اور جن کو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ سلطانی فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہوسکتی ہے، کلامِ الٰہی محبوب وحاکم کا کلام ہے، اس لئے دونوں آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتنا ضروری ہے،

حضرت عکرمہ رضؓ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بیہوش ہوکر گرجاتے تھے، اور زبان پر جاری ہوجاتا تھا هٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ (یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے) یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور اُن تفصیلات کا

کا اختصار ہی جو مشائخ نے آداب تلاوت میں لکھے ہیں، جنکی کسی قدر توضیح بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جن کا خلاصہ یہ ہو کہ بندہ نوکر بنکر نہیں چاکر بنکر نہیں بلکہ بندہ بنکر آقا و مالک محسن و منعم کا کلام پڑھے، صوفیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے کو قراءت کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہے گا، اور جو اپنے کو ریاء وعجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دُور رہوگا،

آداب: مسواک اور وضو کے بعد کسی یکسوئی کی جگہ میں نہایت وقار و تواضع کے ساتھ رُو بہ قبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضورِ قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہو، اس طرح پڑھے کہ گویا حق سبحانہٗ وعزاسمہٗ کو کلام پاک سُنا رہا ہے، اگر وہ معنی سمجھتا ہو تو تدبّر و تفکّر کے ساتھ آیاتِ وعد و رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیاتِ عذاب و وعید پر اللہ سے پناہ چاہے، کہ اس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں، آیاتِ تنزیہ و تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آوے تو بہ تکلف رونے کی سعی کرے،

وَاَلَذُّ حَالَاتِ الْغَرَامِ لِمُغْرَمٍ ✦ شَكْوَى الْهَوٰى بِالْمَدْمَعِ الْمُهْرَاقِ

(ترجمہ) "کسی عاشق کیلئے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہو کہ محبوب سے اس کا گلہ ہو رہا ہو، اس طرح سے کہ آنکھوں سے بارش ہو،" پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے، کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے، تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے، اگر کوئی ضرورت پیش آہی جاوے تو کلام پاک بند کرکے بات کرے اور پھر اس کے بعد اَعُوْذُ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے، اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہو ورنہ آواز سے پڑھنا اَولیٰ ہے، مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں؛

ظاہری آداب (اوّل) غایت احترام سے باوضو رُو بقبلہ بیٹھے (دوم) پڑھنے میں جلدی نہ کرے، ترتیل و تجوید سے پڑھے (سوم) رونے کی سعی کرے چاہے بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو، (چہارم) آیاتِ رحمت و آیاتِ عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گذر چکا، (پنجم) اگر ریاء کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف و حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے، (ششم) خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے،

باطنی آداب (اوّل) کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے (دوم) حق سبحانہ وتقدس کی علوِ شان اور رفعت وکبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہو (سوم) دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھے (چہارم) معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گذار دی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ترجمہ "اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر مغفرت فرمادے تو تو عزت وحکمت والا ہے"، سعید بن جبیرؓ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ، ترجمہ "او مجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ" (پنجم) جن آیات کی تلاوت کر رہا ہو دل کو ان کے تابع بنادے مثلاً اگر آیتِ رحمت زبان پر ہو دل سرورِ محض بن جائے اور آیتِ عذاب اگر آگئی ہو تو دل لرز جائے (ششم) کانوں کو اس درجہ متوجہ بنادے کہ گویا حق سبحانہ وتقدس کلام فرما رہے ہیں اور یہ سُن رہا ہے، حق تعالیٰ شانہ محض اپنے لطف وکرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور تمھیں بھی،

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے، اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گنہگار ہیں، بلکہ زرکشیؒ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہیں، اس زمانہ ضلالت وجہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آوازہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جا رہا ہے، اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضیع اوقات کہا جاتا ہے، اگر ہماری بد دینی کی یہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا، مگر یہاں ہر ادا مرض ہے، اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھینچتا ہے اس لئے کس کس چیز کو روئیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے، فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ،

(۱) عَنْ عُثْمَانَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ - رواہ البخاری و ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة هكذا فی الترغیب وعزاه الی مسلم

حضرت عثمانؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف سیکھے اور سکھائے،

ایضاً لکن حکی الحافظ فی الفتح عن ابی العلاء ان مسلماً سکت عنہ،

اکثر کتب میں یہ روایت واؤ کے ساتھ ہی جس کا ترجمہ لکھا گیا، اس صورت میں فضیلت اس شخص کیلئے ہے جو کلام مجید سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے، لیکن بعض کتب میں یہ روایت او کے ساتھ وارد ہوئی ہے، اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے، دونوں کے لئے مستقل خیر و بہتری ہے،

کلام پاک چونکہ اصل دین ہی اس کی بقاء و اشاعت پر ہی دین کا مدار ہے اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، البتہ اسکی انواع مختلف ہیں کمال اس کا یہ ہی کہ مطالب و مقاصد سمیت سیکھے، اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہی کہ فقط الفاظ سیکھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہی، جو سعید بن سلیمؓ سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اُس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے، اور کھلی ہوئی بات ہی کہ جب کلامِ الٰہی سب کلاموں سے افضل ہی جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اس کا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے فضل ہونا ہی چاہئے، ایک دوسری حدیث سے مُلّا علی قاریؒ نے نقل کیا ہی کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کیا اس نے علوم نبوّت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا،

سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہی کہ اس کے کلام پاک کی محبت قلب میں ہو، شرح احیاء میں اُن لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرشِ بریں کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہی جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں، نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں،

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّآئِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ

"ابو سعیدؓ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ و تقدّس کا یہ فرمان ہی کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دُعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں

عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی الشعب،

مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر"

یعنی جس شخص کو قرآن پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دعاء وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا میں دُعاء مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اس کو عطا کروں گا، دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اُس کے ہی کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے، ایک دوسری حدیث میں اسی موقع پر مذکور ہے کہ میں اس کو شکر گذار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا،

(٣) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِی الصُّفَّۃِ فَقَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّغْدُوَ کُلَّ یَوْمٍ اِلٰی بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِیْقِ فَیَاْتِیَ بِنَاقَتَیْنِ کَوْمَاوَیْنِ فِیْ غَیْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِکَ قَالَ اَفَلَا یَغْدُوْ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیَعْلَمَ اَوْ یَقْرَأَ اٰیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ نَّاقَتَیْنِ وَثَلٰثٌ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَّاَرْبَعٌ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَّمِنْ اَعْدَادِہِنَّ مِنَ الْاِبِلِ رواہ مسلم (وابوداؤد)

"عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم لوگ صُفّہ میں بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اسکو پسند کرتا ہو کہ علی الصباح بازار بطحان، یا عقیق میں جاوے اور دو اونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلا کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لاوے صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کریگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں جاکر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھادینا دو اونٹنیوں سے اور تین کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے، اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے"

صُفّہ، مسجد نبوی میں ایک خاص معیّن چبوترہ کا نام ہے جو فقراءِ مہاجرین کی نشستگاہ تھی، اصحاب صُفّہ کی تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی تھی، علامہ سیوطیؒ نے ایک سو ایک نام گنوائے ہیں، اور مستقل رسالہ اُن کے اسماء گرامی میں تصنیف کیا ہے بطحان اور عقیق مدینہ طیبہ کے پاس دو جگہ ہیں جہاں اونٹوں کا بازار لگتا تھا، ع ب

کے نزدیک اونٹ نہایت پسندیدہ چیز تھی، بالخصوص وہ اونٹنی جس کا کوہان فربہ ہو، بغیر گناہ کا مطلب یہ ہے کہ بے محنت چیز اکثر یا چھین کر کسی سے لی جاتی ہے یا یہ کہ میراث وغیرہ میں کسی رشتہ دار کے مال پر قبضہ کرلے یا کسی کا مال چُرالے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی نفی فرمادی کہ بالکل بلا مشقت اور بدون کسی گناہ کے حاصل کرلینا جس قدر پسندیدہ ہے اس سے زیادہ بہتر وافضل ہے، چند آیات کا حاصل کرلینا، اور یقینی امر ہے کہ ایک دو اونٹ درکنار ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر کسی شخص کو مل جاوے تو کیا آج نہیں تو کل موت اس سے جبراً جُدا کردے گی، لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کیلئے ساتھ رہنے والی چیز ہے، دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپیہ عطا فرمادیجئے اس کی اس کو مسرت ہوگی، بمقابلہ اس کے کہ ایک ہزار روپیہ اس کے حوالہ کردیں کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے میں ابھی واپس لیلوں گا، کہ اس صورت میں بجز اس پر بارِ امانت کے اور کوئی فائدہ اس کو حاصل نہیں ہوگا، درحقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے کہ آدمی اپنی حرکت و سکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اس کو ضائع کر رہا ہوں یا باقی رہنے والی چیز پر اور پھر حسرت ہے اُن اوقات پر جو باقی رہنے والا و بال کماتے ہوں، حدیث کا اخیر جملہ "اُن کے برابر اونٹوں سے افضل ہے" تین مطالب کا محتمل ہے، اوّل یہ کہ چار کے عدد تک بالتفصیل ارشاد فرمادیا اور اس کے مافوق کو اجمالاً فرمادیا کہ جس قدر آیات کوئی شخص حاصل کرے گا اس کے بقدر اونٹوں سے افضل ہے، اس صورت میں اونٹوں سے جنس مراد ہے خواہ اونٹ ہوں یا اونٹنیاں، اور بیان ہے چار سے زیادہ کا، اس لئے کہ چار تک کا ذکر خود تصریحاً مذکور ہو چکا دوسرا مطلب یہ کہ انہی اعداد کا ذکر ہے جو پہلے مذکور ہو چکے، اور مطلب یہ ہے کہ رغبات مختلف ہوا کرتی ہیں، کسی کو اونٹنی پسند ہے تو کوئی اونٹ کا گرویدہ ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ سے یہ ارشاد فرمایا کہ ہر آیت ایک اونٹنی سے بھی افضل ہے، اور اگر کوئی شخص اونٹ سے محبت رکھتا ہو تو ایک آیت ایک اونٹ سے بھی افضل ہے، تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان انہی اعداد کا ہے جو پہلے ذکر کئے گئے چار سے زائد کا نہیں ہے، مگر دوسرے مطلب میں جو تقریر گذری کہ ایک اونٹنی یا ایک اونٹ سے افضل ہے، یہ نہیں بلکہ مجموعہ مراد ہے کہ ایک آیت ایک اونٹ اور ایک اونٹنی دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے، اسی طرح ہر آیت اپنے موافق عدد اونٹنی اور اونٹ دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے، تو گویا فی آیت کا مقابلہ

ایک جوڑ سے ہوا میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اسی مطلب کو پسند فرمایا ہے کہ اس میں فضیلت کی زیادتی ہے، اگرچہ یہ مراد نہیں کہ ایک آیت کا اجر ایک اونٹ یا دو اونٹ کا مقابلہ کرسکتا ہے، یہ صرف تنبیہ اور تمثیل ہے، میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ایک آیت جس کا ثواب دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے ہفت اقلیم کی بادشاہت سے جو فنا ہوجانیوالی ہے۔ افضل اور بہتر ہے،

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے ان سے درخواست کی کہ جہاز سے اُترنے کے وقت حضرت جدّہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو، اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خدّام کو کچھ نفع حاصل ہو، اوّل تو حضرت نے عذر فرمایا مگر جب انھوں نے اصرار کیا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمھیں زائد سے زائد جو نفع مالِ تجارت میں ہوتا ہے وہ کیا مقدار ہے، انھوں نے عرض کیا کہ مختلف ہوتا ہے، زائد سے زائد ایک کے دو ہوجاتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ "اس قلیل نفع کے لئے اس قدر مشقت اٹھاتے ہو، اتنی سی بات کیلئے ہم حرمِ محترم کی نماز کیسے چھوڑ دیں، جہاں ایک کے لاکھ ملتے ہوں" درحقیقت مسلمانوں کے غور کرنے کی جگہ ہے کہ وہ ذرا سی دنیوی متاع کی خاطر کس قدر دینی منافع کو قربان کر دیتے ہیں،

(۴) عَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیکوکار ہیں، اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دِقّت اُٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

قرآن شریف کا ماہر وہ کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خوب ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو اور اگر معانی و مراد پر بھی قادر ہو تو پھر کیا کہنا، ملائکہ کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوحِ محفوظ سے نقل کرنے والے ہیں اور یہ بھی اس کا نقل کرنیوالا اور پہنچانے والا ہے، تو گویا دونوں ایک ہی مسلک پر ہیں، یا کہ حشر میں اُن کے ساتھ اجتماع ہوگا،

اٹکنے والے کو دوہرا اجر ایک اُس کی قراءت کا دوسرا اس کی ایک مشقت کا جو یہ بار بار کے اٹکنے کی وجہ سے برداشت کرتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اُس ماہر سے

بڑھ جاوے، ماہر کیلئے جو فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے کہ مخصوص ملائکہ کیساتھ اس کا اجتماع فرمایا ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کے اٹکنے کی وجہ سے اس مشقت کا اجر مستقل ملے گا، لہذا اس عذر کی وجہ سے اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے، ملّا علی قاریؒ نے طبرانی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کیلئے دوہرا اجر ہے، اور جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا ہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا، تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا حفاظ ہی کیساتھ حشر فرمائیں گے،

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلٰى اِثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ ؕ (رواه البخاری والترمذی والنسائی)

(۵) ابن عمرؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں، ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے، دوسرے وہ جس کو حق سبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کثیرہ کے عموم سے حسد کی بُرائی اور ناجائز ہونا مطلقاً معلوم ہوتا ہے، اس حدیث شریف سے دو آدمیوں کے بارے میں جواز معلوم ہوتا ہے چونکہ وہ روایات زیادہ مشہور و کثیر ہیں، اس لئے علماء نے اس حدیث کے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں، اوّل یہ کہ حسد اس حدیث شریف میں رشک کے معنی میں ہے جس کو عربی میں غبطہ کہتے ہیں، حسد اور غبطہ میں یہ فرق ہے کہ حسد میں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہ رہے، خواہ مجھے حاصل ہو یا نہ ہو، اور رشک میں اپنے پاس اس کے حصول کی تمنا اور آرزو ہوتی ہے، عام ہے کہ دوسرے سے زائل ہو یا نہ ہو، چونکہ حسد بالاجماع حرام ہے، اس لئے علماء نے اس لفظِ حسد کو مجازاً غبطہ کے معنی میں ارشاد فرمایا ہے جو دنیوی امور میں مباح ہے، اور دینی امور میں مستحب۔ دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ لبسا اوقات کلام علی سبیل الفرض والتقدیر مستعمل ہوتا ہے، یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ ان میں جائز ہوتا،

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُھَا طَیِّبٌ وَّمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَۃِ لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَّطَعْمُھَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُھَا مُرٌّ (رواہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ)

(۶) ابو موسیٰ رضؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہو اس کی مثال ترنج کی سی ہے، اسکی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ اور جو مؤمن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے، اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا اسکی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ نہیں، اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔

مقصود اس حدیث سے غیر محسوس شے کو محسوس کیساتھ تشبیہ دینا ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں سہولت سے آجاوے ورنہ ظاہر ہے کہ کلامِ پاک کی حلاوت و مہک سے کیا نسبت ترنج و کھجور کو، اگرچہ ان اشیاء کے ساتھ تشبیہ میں خاص نکات بھی ہیں جو علومِ نبویہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وسعت کی طرف مشیر ہیں، مثلاً ترنج ہی کو لے لیجئے مُنہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے، معدہ کو صاف کرتا ہے، ھضم میں قوت دیتا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ منافع ایسے ہیں کہ قرأتِ قرآن شریف کے ساتھ خاص مناسبت رکھتے ہیں، مثلاً مُنہ کا خوشبودار ہونا، باطن کا صاف کرنا، روحانیت میں قوت پیدا کرنا، یہ منافع تلاوت میں ہیں جو پہلے منافع کے ساتھ بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں، ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جاسکتا، اگر یہ صحیح ہے تو پھر کلامِ پاک کے ساتھ خاص مشابہت ہی، بعض اطباء سے میں نے سُنا ہی کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے احیاء میں نقل کیا ہی کہ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں :۔ (۱) مسواک اور (۲) روزہ اور (۳) تلاوت کلام اللہ شریف کی۔

ابو داؤد کی روایت میں اس حدیث کے ختم پر ایک اور مضمون نہایت ہی مفید ہے کہ بہتر ہمنشین کی مثال مُشک والے آدمی کی سی ہے اگر تجھے مُشک نہ مل سکا تو اسکی خوشبو

تو کہیں گئی نہیں، اور بد تر ہمنشین کی مثال آگ کی بھٹی والے کی طرح سے ہے کہ اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دُھواں تو کہیں گیا ہی نہیں، نہایت ہی اہم بات ہے، آدمی کو اپنے ہم نشینوں پر بھی نظر کرنی چاہئے کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے،

(۷) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ،
(رواہ مسلم)

حضرت عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے،

یعنی جو لوگ اُس پر ایمان لاتے ہیں عمل کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ اُن کو دنیا و آخرت میں رفعت و عزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اُس پر عمل نہیں کرتے حق سبحانہ و تقدس ان کو ذلیل کرتے ہیں، کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے: يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا، حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ، دوسری جگہ ارشاد ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اس اُمت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے، بعض مشائخ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دُعاء کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ فارغ ہو، اور دوسرا شخص ایک سورت شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اُس پر لعنت کرتے ہیں، بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی، قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اُس وعید میں داخل ہوتا ہے، اسی طرح پڑھتا ہے، لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ، اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے،

عامر بن واثلہ رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے نافع بن عبد الحارثؓ کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا، ان سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ابن ابزی رضؓ کو، حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ ابن ابزیؓ کون شخص ہے؟

انھوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہی، حضرت عمرؓ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا؟ انھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے، حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتے ہیں، اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں،

(۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَلْقُرْاٰنُ یُحَاجُّ الْعِبَادَ لَہٗ ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ وَالْاَمَانَۃُ وَالرَّحِمُ تُنَادِیْ اَلَا مَنْ وَّصَلَنِیْ وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ،

(رواہ فی شرح السنۃ)

عبد الرحمٰن بن عوفؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی، ایک کلام پاک کہ جھگڑیگا بندوں سے، قرآن پاک کے لئے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے، اور تیسری رشتہ داری جو پکاریگی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملا دے اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کر دے ؛

اِن چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال قرب ہی یعنی حق سبحانہٗ و تقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی، کلام اللہ شریف کے جھگڑے کا مطلب یہ ہی کہ جن لوگوں نے اُس کی رعایت کی اس کا حق ادا کیا، اس پر عمل کیا ان کی طرف سے دربارِ حق سبحانہٗ میں جھگڑیگا اور شفاعت کریگا، اُن کے درجے بلند کرائے گا، ملّا علی قاریؒ نے بروایت ترمذیؒ نقل کیا ہی کہ قرآن شریف بارگاہِ الٰہی میں عرض کریگا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت کا تاج مرحمت فرماویں گے، پھر وہ زیادتی کی درخواست کریگا تو حق تعالیٰ شانہٗ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرماویں گے، پھر وہ درخواست کریگا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہو جائیں تو حق سبحانہٗ و تقدس اس سے رضا کا اظہار فرمادیں گے اور جب کہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی، تو آخرت کی محبوب کی رضا کا مقابلہ کونسی نعمت کر سکتی ہے، اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے اُن سے اس بارے میں مطالبہ کریگا کہ میری کیا رعایت کی؟ میرا کیا حق ادا کیا؟ شرح احیاء میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں ۲ دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے، اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر

بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جواب دہی کریں گے موت بہر حال آنیوالی چیز ہے اس سے کسی طرح مفر نہیں، قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جنکو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جنکی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے، اور باطن سے مراد اس کے معنی اور مطالب ہیں، جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور کرو کہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے، مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط و آداب ہیں انکی رعایت ضروری ہے، یہ نہیں کہ ہمارے زمانہ کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھکر کہ بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اردو ترجمے دیکھکر اپنی رائے کو اس میں داخل کردے، اہل فن نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے، وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصراً عرض کرتا ہوں جس سے معلوم ہوجاویگا کہ بطن کلام پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہوسکتی، اوّل لغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہوجاویں، مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ بدون معرفت لغاتِ عرب کے کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے، اور چند لغات کا معلوم ہوجانا کافی نہیں اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں، دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے، اس لئے کہ اعراب کے تغیر و تبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں، اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے، تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے، اس لئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہوجاتے ہیں، ابن فارسؒ کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہوگیا اس سے بہت کچھ فوت ہوگیا، علامہ زمخشری عجائباتِ تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کلام پاک کی آیت یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (ترجمہ) جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اس کے مقتدا اور پیش رو کے ساتھ" اس کی تفسیر صرف ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ جس دن پکاریں گے ہر شخص کو انکی ماؤں کے ساتھ، امام کا لفظ جو مفرد تھا اس کو اُم کی جمع سمجھ گیا، اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہوجاتا کہ اُم کی جمع امام نہیں آتی، چوتھے اشتقاق

کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ لفظ جب دو مادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہونگے، جیسا کہ مسیح کا لفظ ہے کہ اس کا اشتقاق مسح سے بھی ہے جس کے معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں، اور مساحت سے بھی ہے جس کے معنی پیمائش کے ہیں، پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں، چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے، ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں، یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں اور مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں، اس لئے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے، اس سے اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے،

آٹھویں علم قراءت کا جاننا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ مختلف قراءتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں، اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے، نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ کلام پاک میں بعض آیات ایسی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہ وتقدس پر صحیح نہیں اس لئے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑیگی، جیسے کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ، دسویں اصولِ فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہ استدلال و استنباط معلوم ہو سکیں، گیارہویں اسبابِ نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شانِ نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے، اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شانِ نزول پر موقوف ہوتا ہے بارہویں ناسخ و منسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، تاکہ منسوخ شدہ احکام معمول بہا سے ممتاز ہو سکیں، تیرہویں علم فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں، چودہویں ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوتی ہیں، ان سب کے بعد پندرہواں وہ علم وہبی ہے جو حق سبحانہ وتقدس کا عطیہ خاص ہے، اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے، جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَہُ اللّٰہُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (جبکہ بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جسکو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا، اس کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا جبکہ اُن سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں، انھوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے جنت بنائی اور جان پیدا کی، اس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو

عطا فرماویں، ابن ابی الدنیا کا مقولہ ہے کہ علومِ قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں، یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسّر کے لئے بطور آلہ کے ہیں، اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت کے بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی ممانعت آئی ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے علومِ عربیہ طبعاً حاصل تھے، اور بقیہ علوم مشکوٰۃِ نبوت سے مستفاد تھے، علامہ سیوطی رحؒ کہتے ہیں کہ شاید تجھے خیال ہو کہ علمِ وہبی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اُن کے حاصل کرنے کا طریقہ اُن اسباب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہٗ اس کو مرتب فرماتے ہیں، مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ،

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآنِ شریف کی تفسیر تین۳ شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی، اوّل۱ وہ جو علومِ عربیہ سے واقف نہ ہو، دوسرے۲ وہ شخص جو کسی کبیرہ گناہ پر مُصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دِل سیاہ ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے معرفتِ قرآن سے قاصر رہتا ہے، تیسرے۳ وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو، اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اُچٹتی ہو، اُس شخص کو بھی فہمِ قرآن سے حصّہ نہیں ملتا، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھُمْ،

(۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَۃٍ تَقْرَؤُھَا (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ)

عبد اللہ بن عمرو رضؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن، صاحبِ قرآن سے کہا جاوے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا، بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہونچے،،

صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے، اور مُلّا علی قاری رحؒ نے بڑی تفصیل سے اس کو واضح کیا ہے، کہ یہ فضیلت حافظ ہی کے لئے ہے، ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں، اوّل۱ اس وجہ سے کہ صاحبِ قرآن کا لفظ بھی اسی طرف مشیر ہے، دوسرے۲ اس وجہ سے کہ مسندِ احمد کی روایت میں ہے حَتّٰی یَقْرَاَ شَیْئًا مَّعَہٗ (یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اس کے ساتھ ہے) یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہے، اگرچہ محتمل وہ ناظرہ خواں

بھی ہی کہ جو قرآن شریف بہت کثرت سے پڑھتا ہو، مرقاۃ میں لکھا ہی وہ پڑھنے والا مراد نہیں جسکو قرآن لعنت کرتا ہو، یہ اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کو لعنت کرتا ہے، اس لئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اُس کی مقبولیت پر استدلال نہیں ہو سکتا، خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں،

ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں، اور شرع شریف میں کئی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں، اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طا، کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے، دوسرے وقوف کی جگہ اچھی طرح سے ٹھہرنا، تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جاوے، تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا، یعنی زیر زبر پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا، چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں، پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلدی اثر کرے کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے، اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے اطباء نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے، اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو تو اس کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے، اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جائے تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی، چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہی، اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے، ساتویں آیاتِ رحمت وعذاب کا حق ادا کرے، جیسا کہ تمہید میں گزر چکا،

یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے، اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہی، یعنی کلام پاک کا فہم وتدبر، حضرت اُمِّ سلمہ رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے، یعنی زبر زیر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے، اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا، ترتیل سے تلاوت مستحب ہے، اگرچہ معنی نہ سمجھتا ہو،

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ترتیل سے اَلْقَارِعَۃُ اور اِذَا زُلْزِلَتْ پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورۂ بقرہ اور آلِ عمران پڑھوں، شرّاح اور مشائخ کے نزدیک حدیثِ بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا، اس لئے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیات کے برابر ہیں، لہذا جو شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجے اوپر اس کا ٹھکانا ہوگا، اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب سے اوپر کے درجہ میں ہوگا،

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں، پس قُرّاء آیات کی بقدر ترقی کریں گے، اور علّامہ دانیؒ نے اہلِ فن کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار (۶۰۰۰) ہیں لیکن اس کے بعد کی مقدار میں (یعنی تعداد میں) اختلاف ہے، اور اتنے اقوال نقل کئے ہیں: ۲۰۴، ۱۴، ۱۹، ۲۵، ۳۶،

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنت میں، پس قاری سے کہا جائیگا کہ جنت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ، جو شخص قرآن پاک تمام پورا کریگا وہ جنت کے اعلیٰ درجے پر پہونچے گا، اور جو شخص کچھ حصہ پڑھا ہوا ہوگا وہ اس کی بقدر درجات پر پہونچے گا، بالجملہ منتہائے ترقی منتہائے قراءت ہوگی، بندہ کے نزدیک حدیثِ بالا کا مطلب کچھ اور معلوم ہوتا ہے، فَاِنْ کَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰہِ وَاِنْ کَانَ خَطَأً فَمِنِّیْ وَمِنَ الشَّیْطٰنِ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْہُ بَرِیْئَانِ، (اگر درست ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کی اعانت سے ہے، اور اگر غلط ہو تو میری اپنی تقصیر سے ہے) حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیثِ بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے، اس لئے کہ اس ترقی میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا، جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہوگی، عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل، بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے، لہذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اسی ترتیل سے آخرت میں پڑھ سکے گا، اور اسکے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہے گی، ملّا علی قاریؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اس وقت بھی یاد ہوگا ورنہ بھول جائے گا، اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرمادیں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں

قرآن مجید یاد کرایا تھا، مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کردیتے ہیں، اور اس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہو اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مر جائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہوگا، ...

حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو

اُس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۱۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَّالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا، لَآ اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِیْمٌ حَرْفٌ، (رواہ الترمذی وقال ھٰذا حدیث صحیح غریب اسنادا والدارمی)

ابن مسعود رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمّٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔“

مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاءِ عمل بھی پورے عمل شمار کئے جاتے ہیں، اور اس لئے تلاوتِ کلام میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے، اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا (جو شخص ایک نیکی لاوے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے) دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے، وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہٗ جس کے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرما دیتے ہیں) ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادی کہ الٓمّٓ پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا، بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حرف شمار کئے جائیں گے، اور اس طرح پر الٓمّٓ کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں، اس میں اختلاف ہے کہ الٓمّٓ سے سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے، یا اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ مراد ہے، اگر سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے، اور لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اس لئے تیس نیکیاں ہوئیں، اور اگر اس سے سورۂ فیل کا شروع

مراد ہی، تو پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں جو الٓمّٓ ہی وہ نو حروف ہیں، اس لئے اس کا اجر نوّے نیکیاں ہوگئیں، بیہقی رح کی روایت میں ہی کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللّٰہ ایک حرف ہی، بلکہ ب، س، م یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں،

(۱۱) عَنْ مُعَاذِنِ الْجُهَنِيِّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا، (رواہ احمد وابوداؤد وصححہ حاکم)

"معاذ جہنی رض نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہی کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائیگا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمھارے گھروں میں ہو، پس کیا گمان ہے تمھارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے"

یعنی قرآن پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہی کہ اس کے پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہو اگر وہ آفتاب تمھارے گھروں میں ہو، یعنی آفتاب اتنی دُور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا، تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جائے گا اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جسکو گھر میں طلوع ہونیوالا آفتاب پھیلا رہا ہے، اور جب کہ والدین کے لئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کرلیا جاوے، کہ کس قدر ہوگا کہ جب اُس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدرجہا زیادہ ہوگا کہ والدین کو یہ اجر صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا سبب ہوئے ہیں، آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے، اس میں علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہی، ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہی، وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے، اس سے اُنس و الفت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے آفتاب کی دوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مبدّل بہ اُنس ہوجائے گی، تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اس کے ساتھ موانست کی طرف بھی اشارہ ہے، اور اس

طرف بھی کہ وہ اپنی ہوگی، کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے، لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کردیا جاوے تو اس کے لئے کس قدر افتخار کی چیز ہو،

حاکمؒ نے بریدہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جاوے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، وہ عرض کرینگے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں؟ تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچہ کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلادے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اُٹھایا جاویگا، اور اس کے بیٹے سے کہا جاوے گا کہ پڑھنا شروع کر، جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جاویگا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچّے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لئے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں، دوسری بات بھی سُن لیجئے کہ خدانخواستہ آپ نے اپنے بچہ کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہی نہیں کہ آپ اس لایزال ثواب سے محروم رہیں گے، بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جوابدہی بھی کرنی پڑے گی، آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی و حافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے مُلّانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں، اس وجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچے کو اس سے بچاتے ہیں، یاد رکھیں کہ اس سے آپ اس کو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں، مگر ساتھ ہی اپنے اُوپر بھی بڑی سخت جوابدہی لے رہے ہیں، حدیث کا ارشاد ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ الحدیث، ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کا بھی سوال ہوگا کہ اُن کو کس قدر دین سکھلایا، ہاں یہ ضروری ہے کہ ان عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے، مگر جوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں، البتہ اس کے صاف رکھنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے، بالجملہ اگر آپ اپنے بچہ کو دینداری کی صلاحیت سکھلائیں گے، اپنی جوابدہی سے سبکدوش ہوں گے اور اس وقت تک وہ زندہ رہے جس قدر نیک اعمال کریگا دعاء، واستغفار آپ کیلئے کریگا آپ کیلئے رفع درجات کا سبب بنے گا، لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپنے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا، تو یہی نہیں کہ

خود آپکو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑیگا، جس قدر بد اطواریاں، فسق و فجور اس سے سرزد ہونگے آپکے نامۂ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے، خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں، دنیا بہر حال گذر جانیوالی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے، لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اس کا کوئی منتہا نہیں،

(۱۲) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِيْ اِهَابٍ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ مَا احْتَرَقَ، (رواه الدارمی)

عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر رکھ دیا جاوے قرآن شریف کو کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈال دیا جاوے تو نہ جلے۔

مشائخ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں، بعض کے نزدیک چمڑے سے عام مراد ہی جس جانور کا ہو اور آگ سے دنیوی آگ مراد ہے، اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ اور انبیاء کے معجزے انکے زمانہ کیساتھ خاص ہوتے ہیں، دوسرا مطلب یہ ہی کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑا ہے اور آگ سے جہنم، اس صورت میں یہ حکم عام ہوگا، کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا، یعنی جو شخص کہ حافظِ قرآن ہو اگر وہ کسی جرم میں جہنم میں ڈالا بھی جاویگا، تو آگ اُس پر اثر نہ کریگی، ایک روایت میں مَا مَسَّتْهُ النَّارُ کا لفظ بھی آیا ہی، یعنی آگ اُس کو چھُونے کی بھی نہیں،

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت جکو شرح السنۃ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہی جس کا ترجمہ یہ ہی کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو، اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ اُس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلام پاک محفوظ ہو، یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہی، جو لوگ حفظِ قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں وہ خدارا ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہی جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظِ قرآن پر جان دیدینا چاہئے، اس لئے کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کئے ہوں جس کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو،

شرح احیاء میں اُن لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے سائے کے نیچے رہیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بروایت دیلمی رحمہ اللہ نقل کیا ہی کہ حاملینِ قرآن یعنی حفاظ اللہ کے سائے کے نیچے انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے،

(۱۳) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَہٗ فَاَحَلَّ حَلَالَہٗ وَحَرَّمَ حَرَامَہٗ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَشَفَّعَہٗ فِیْ عَشَرَۃٍ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ کُلُّھُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَھُمُ النَّارُ،

(رواہ احمد والترمذی وقال ہذا حدیث غریب وحفص بن سلیمان الراوی لیس ہو بالقوی یضعف فی الحدیث ورواہ ابن ماجۃ والدارمی)

کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اُس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمادیں گے جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو"

دخول جنت ویسے تو ہر مؤمن کے لئے انشاء اللہ ہے ہی، اگرچہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو، لیکن حفاظ کے لئے یہ فضیلت ابتداءً دخول کے اعتبار سے ہے، وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فسّاق وفجّار ہیں جو مرتکب کبائر کے ہیں، اس لئے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں، حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (مشرکین پر اللہ نے جنت کو حرام کردیا ہے اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ، الآیۃ (نبی اور مسلمانوں کے لئے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ نصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے، اس لئے حفاظ کی شفاعت سے ان مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے اُن کا جہنم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا، جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں اُن کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کرسکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار ہی کو حافظ بنادیں، کہ اس کے طفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں، اللہ کا کس قدر انعام ہے اُس شخص پر جس کے باپ، چچا، تائے، دادا، نانا، ماموں سب ہی حافظ ہیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔[1]

(۱۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

[1] حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم مؤلف کتاب ھذا،

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَاقْرَأُوهُ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوحُ رِيحُهُ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلِ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَرَقَدَ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوكِيَ عَلَى مِسْكٍ، رواه الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان،

یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو پھر اس کو پڑھو اس لئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اُس تھیلی کی سی ہے جو مُشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے، اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اُس مُشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی اُسکی مثال اس مُشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے، اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے، اور اگر وہ حافظ سو جاوے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ بہر حال مُشک ہی ہے، اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے، لیکن اس کا قلب تو بہر حال اس مُشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے،

(۱۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ (رواه الترمذی وقال هذا حديث صحيح ورواه الدارمی والحاكم وصححه)

عبداللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ "خانہ خالی را دیو می گیرد" اسی طرح جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اس پر تسلط زیادہ ہوتا ہے، اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اُس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں، ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں، اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں، اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی، اس میں تنگی

اور بے برکتی ہوتی ہے، ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، شیاطین اُس میں گھس جاتے ہیں، ابن مسعودؓ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہ ہے جس میں تلاوتِ قرآن شریف نہ ہوتی ہو،

(۱۶) عَنْ عَائِشَةَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَۃِ وَالصَّدَقَۃُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے، اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے، اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے" اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے "

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے، اس لئے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے، اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر، ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے، اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے دوسری بعض روایات کے خلاف ہے جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ احوال کے اعتبار سے مختلف ہے، بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ، اسی طرح لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے، بعض لوگوں کے لئے روزہ افضل ہے، اور جبکہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوت کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اوّل ہے، صاحب احیاء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے، کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی، اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں، اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا، اس کے لئے پچیس نیکیاں، اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں، اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی،

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ اٰیَاتٍ یَقْرَأُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ،

(رواه مسلم)

(۱۷) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ بڑی اور موٹی اس کو مل جاویں! ہم نے عرض کیا بیشک (ضرور پسند کرتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔"

اس سے ملتا جلتا مضمون حدیث نمبر ۳ میں گذر چکا ہے، اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے، اس لئے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی، اس لئے کہ وہ بھی دو عبادتیں ہیں نماز اور تلاوت، ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں، اونٹنی اور اس کا حمل، میں حدیث نمبر ۳ کے فائدے میں لکھ چکا ہوں کہ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے،

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَوْسٍ الثَّقَفِیِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِیْ غَیْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهٗ فِی الْمُصْحَفِ تُضْعَفُ عَلٰی ذٰلِكَ اِلٰی اَلْفَیْ دَرَجَةٍ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

(۱۸) "اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے، اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔"

حافظ قرآن کے متعدد فضائل پہلے گذر چکے ہیں، اس حدیث شریف میں دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے، وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کو متضمن ہے، قرآن پاک کو دیکھنا اس کو چھونا وغیرہ وغیرہ اس وجہ سے یہ افضل ہوا، چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے، اسی وجہ سے علماء نے اس میں اختلاف فرمایا ہے، کہ کلام پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر، ایک جماعت کی رائے ہے کہ حدیث بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے

قرآن پاک پر نظر رہتی ہے، قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہی، دوسری جماعت دوسری روایت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتی خوشی کا سبب ہوتا ہی، ریاء سے دور ہوتا ہے، اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی، حفظ کو ترجیح دیتی ہے،

امام نوویؒ نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہی بعض کے لئے دیکھکر پڑھنا افضل ہی جکو اس میں تدبر و تفکر زیادہ حاصل ہوتا ہو، اور جس کو حفظ میں تدبر زیادہ حاصل ہوتا ہو اس کے لئے حفظ پڑھنا افضل ہے، حافظؒ نے بھی فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہی، کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دو کلام مجید پھٹے تھے، عمرو بن میمونؒ نے شرح احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن شریف کھولے اور بقدر سو آیت کے پڑھ لے، تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہی، قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لئے مفید بتلایا جاتا ہے، ابو عبیدؒ نے حدیث مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی، تو استاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا، حضرت امام شافعیؒ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے،

(۱۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ کَمَا یَصْدَأُ الْحَدِیْدُ اِذَا اَصَابَہُ الْمَاءُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا جِلَاءُ ھَا قَالَ کَثْرَۃُ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہی جیسا کہ لوہے کو پانی سے زنگ لگتا ہے، پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صفائی کی کیا صورت ہی؟ آپؐ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا،،

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جل شانہٗ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہی، جیسا کہ لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے، اور کلام پاک کی تلاوت اور موت کی یاد اُن کے لئے صیقل کا کام دیتا ہے، دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اس میں کم ہوگا اور جس قدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا، اس لئے آدمی جس قدر

معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اسی قدر معرفت سے دُور ہوگا، اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لئے مشائخ سلوک ریاضات، مجاہدات، اذکار و اشغال تلقین فرماتے ہیں، احادیث میں وارد ہوا ہی کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے، اگر وہ سچّی توبہ کرلیتا ہی تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے، اور اگر وہ دوسرا گناہ کرلیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح سے اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، پھر اس قلب میں خیر کی رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ،

اسی کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (بیشک اُن کے قلوب پر زنگ جمادیا، اُن کی بداعمالیوں نے) ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُو واعظ چھوڑتا ہوں، ایک بولنے والا دوسرا خاموش، بولنے والا قرآن شریف ہی اور خاموش موت کی یاد،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سر آنکھوں پر، مگر واعظ تو اس کیلئے ہے جو نصیحت قبول کرے نصیحت کی ضرورت سمجھے، جہاں سرے سے دین ہی بیکار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کرے گی کیا، حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے، رات بھر اُس میں تدبّر کرتے تھے، اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے، اور تم لوگ اس کے حروف اور زیر و زبر تو بہت درست کرتے ہو، مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور و تدبّر نہیں کرتے،

(۳۰) عَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا يَّتَبَاهُوْنَ بِهٖ وَاِنَّ بَهَاءَ اُمَّتِيْ وَشَرَفَهَا الْقُرْاٰنُ، (رواه فی الحلیة)

حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے، میری امّت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔

یعنی لوگ اپنے آباء و اجداد سے، خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں، میری اُمّت کے لئے ذریعۂ افتخار کلام اللہ شریف ہے کہ اس کے پڑھنے سے اس کے یاد کرنے سے، اُس کے پڑھانے سے، اس پر عمل کرنے سے،

غرض اس کی ہر چیز قابلِ افتخار ہی، اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے، آقا کا فرمان ہے، دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا، نیز دنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں، لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے، کبھی ختم ہونیوالا نہیں ہی، قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کیلئے ان میں کا ہر ایک کافی ہے، چہ جائیکہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں، مثلاً اس کا حسنِ تالیف، حسنِ سیاق، الفاظ کا تناسب، کلام کا ارتباط، گذشتہ اور آئندہ واقعات کی اطلاع، لوگوں کے متعلق ایسے طعن کہ اگر وہ اس کی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں، جیسے یہود کا باوجود ادعائے محبت کے موت کی تمنا نہ کر سکنا، نیز سننے والے کا اس سے متاثر ہونا، پڑھنے والے کا کبھی نہ اُکتانا حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو، مجنون بنا دینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دل نہ اُکتائے تو بیس دفعہ سے اُکتا جائے گا بیس سے نہ سہی چالیس سے اُکتا دے گا، پھر اُکتا دیگا، مگر کلام پاک کا رکوع یاد کیجئے، دو سَو مرتبہ پڑھئے، چار سَو مرتبہ پڑھئے، عمر بھر پڑھتے رہیے، کبھی نہ اُکتا دیگا، اگر کوئی عارض پیش آجائے تو وہ خود عارضی ہوگا، اور جلد زائل ہو جانے والا، جتنی کثرت کیجئے اتنی ہی طراوت، اور لذت میں اضافہ ہوگا، وغیرہ وغیرہ، یہ امور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں ان میں سے ایک بھی پایا جائے خواہ پورے طور سے نہ ہو تو اس پر کتنا افتخار کیا جاتا ہی، پھر جبکہ کسی کلام میں یہ سب کے سب امور علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا، اس کے بعد ایک لمحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا ہی، ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کو اپنے حافظِ قرآن ہونے پر فخر ہے، یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظِ قرآن ہونا باعثِ شرف ہی، ہماری شرافت، ہمارا افتخار اونچی اونچی ڈگریوں سے، بڑے بڑے القاب سے، دنیوی جاہ و جلال اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے مال و متاع سے ہے، فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی،

(۲۱)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ رَاْسُ الْاَمْرِ کُلِّہٖ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ وَذُخْرٌ

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ وہ تمام امور کی جڑ ہے، میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں،

لَكَ فِي السَّمَاءِ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ"۔

تقویٰ حقیقۃً تمام امور کی جڑ ہے جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاوے اُس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے، وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا) تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہو چکا، شرح احیاء میں معرفۃ ابو نعیمؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسطؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ "جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کیلئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کیلئے آسمان پر ستارے"۔ یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی، یہ مختصر ہے، اصل روایت بہت طویل ہے، جس کو ابن حبان وغیرہ سے ملا علی قاریؒ نے مفصل اور سیوطیؒ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے، اگرچہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گذر چکا، مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے اس لئے تمام حدیث کا مطلب نقل کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ سو صحائف اور چار کتابیں، پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس ۳۰ صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے، اور ان کے علاوہ چار کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی ہیں، میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی، ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب المثلیں تھیں، مثلاً "او متسلط و مغرور بادشاہ میں نے تجھ کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے، میں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے؟ اس لئے کہ میں مظلوم کی فریاد رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو"۔ بندۂ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہؓ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اس کو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ "کہ مظلوم کی بد دعا سے بچنا، اس لئے

کہ اس کے اور اللہ جل شانہٗ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن ؎ اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے جبتک کہ وہ مغلوب العقل نہ ہو جائے کہ اپنے تمام اوقات کو تین حصوں پر منقسم کرے، ایک حصہ میں اپنے رب کی عبادت کرے، اور ایک حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور کتنے بُرے، اور ایک حصہ کو کسبِ حلال میں خرچ کرے، عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے اپنے حالات کی درستگی کے فکر میں رہے، اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے، جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہیگا اسکی زبان بیفائدہ کلام میں کم چلے گی، عاقل کیلئے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے، یا آخرت کیلئے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکرِ معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو۔ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا کیا چیز تھی؟ ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً "میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو، (اس لئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جاوے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا عنقریب سُولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا) میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اُس شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے پھر رنج و مشقت میں مبتلا ہوتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کچھ وصیت فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اوّل تقویٰ کی وصیت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کر کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے، میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کر کہ اس سے دل مر جاتا ہے چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے، (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے) میں نے اور اضافہ کی درخواست کی، تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کر کہ میری اُمت کے لئے یہی رہبانیت ہے، (راہب پہلی اُمتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دنیا کے سب تعلقات منقطع کر کے اللہ والے بن جاویں) میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد فرمایا کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ میل جول رکھ، اُن کو دوست بنا، اُن کے پاس بیٹھا کر، میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجہ والے پر نگاہ رکھا کر (تاکہ شکر کی عادت ہو) اپنے سے اُوپر کے درجہ والوں

کو مت دیکھ، مبادا اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے، میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور انکے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت کر کہ تو خود انہیں مبتلا ہے۔ تجھے عیب لگانے کیلئے کافی ہے کہ تو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو ان سے بےخبر ہے اور ایسی باتیں ان میں پکڑے جن کو تو خود کرتا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ شفقت میرے سینے پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابوذرؓ تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کے برابر تقویٰ نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں اھ۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ کیا گیا، تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

(۲۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضان رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ (رواہ مسلم وابوداود)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوتِ کلامِ پاک اور اس کا دَور نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت انکو ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ رحمت انکو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

اس حدیث شریف میں مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی، جو بہت سی انواعِ اکرام کو شامل ہے، ان میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے، پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جائیں، بالخصوص آخری فضیلت آقا کے دربار میں ذکر محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی، سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے، اس کے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند قول ہیں، لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے، حضرت علیؓ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے، علامہ سدیؒ سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے، اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے، بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے، طبریؒ نے اس کو پسند کیا ہے کہ اس سے سکونِ قلب مراد ہے، بعض نے کہا ہے کہ طمانیت مراد ہے، بعض نے اس کی تفسیر وقار سے کی ہے تو کسی نے

ملائکہ سے بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں، حافظؒ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے، نوویؒ کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت و رحمت وغیرہ کو، اور ملائکہ کے ساتھ نازل ہوتی ہے، کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ، دوسری جگہ ارشاد ہے ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ، ایک جگہ ارشاد ہے فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ، غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے، اور احادیث میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے، احیاء میں نقل کیا ہے کہ ابن ثوبانؓ نے اپنے کسی عزیز سے اس کیساتھ افطار کا وعدہ کیا، مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہنچے، انھوں نے شکایت کی تو کہا اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا، مجھے اتفاقاً دیر ہوگئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آگیا، خیال ہوا کہ وتر بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں کبھی رات میں مرجاؤں اور وہ ذمّہ پر باقی رہجائیں، میں دعاء قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنت کا ایک سبز باغ نظر آیا، جس میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے، اس کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہوگئی، اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں، لیکن ان کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہوجائے اور اسی جانب توجہ کامل ہوجاوے،

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے، اُسَید بن حُضیرؓ کا مفصل قصہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انھوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابر سا چھایا ہوا محسوس کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے، جو قرآن شریف سننے کے لئے آئے تھے، ملائکہ اژدحام کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے، ایک صحابیؓ کو ایک مرتبہ ابر سا محسوس ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا، یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی، مُسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی ہے جس میں اور بھی مضامین ہیں، اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے: مَنْ بَطَّأَ بِہٖ عَمَلُہٗ لَمْ یُسْرِعْ بِہٖ نَسَبُہٗ (جس شخص کو اس کے بُرے اعمال رحمت سے دُور کردیں اس کا عالی نسب ہونا اونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کرسکتا) ایک شخص جو پشتانی شریف النسب ہے مگر فسق وفجور میں مبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کرسکتا جو متقی پرہیزگار ہے، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ	(۲۳)	ابو ذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہ، کی طرف

إِلَى اللّٰهِ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِي الْقُرْاٰنَ، (رواہ الحاکم وصححہ وابوداؤد فی مراسیلہ عن جبیر بن نفیر والترمذی عن ابی امامۃ بمعناہ)

رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے" جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک"

متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا، امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے، ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے، میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے، ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجب تقرب ہے، اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہونے کی تشریح حضرت اقدس حجۃ الخلف بقیۃ السلف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبۂ احسان حق سبحانہٗ وتقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے، اوّل تصور جس کو عرفِ شرع میں تفکر و تدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ ہے، دوسرا ذکر لسانی اور تیسرا تلاوتِ کلام پاک، سب سے اوّل طریقہ بھی چونکہ ذکر قلبی ہے، اس لئے دراصل طریقے دو ہی ہیں، اوّل ذکر عام ہے، کہ زبانی ہو یا قلبی، دوسرے تلاوت سو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہٗ وتقدس پر ہوگا اور اس کو بار بار دُہرایا جائے گا جو ذکر کا حاصل ہے تو مدرکہ کے اس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی، اور استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے، لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا (الحدیث) (حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنا لیتا ہوں، حتیٰ کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ، جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے) یعنی جبکہ بندہ کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہ کا مقرب بن جاتا ہے، تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ، کان وغیرہ سب مرضیٔ آقا کے تابع ہو جاتے ہیں، اور نفلِ عبادات کی کثرت اس لئے

ارشاد فرمائی کہ فرائض متعینہ ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی، اور اس کیلئے ضرورت ہے دوام استحضار کی، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا، لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کے لئے ہے، اگر کوئی چاہے کہ کسی دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھکر اس سے تقرب حاصل کرے تو یہ ممکن نہیں، اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرب میں جس کی طرف تقرب ہو اس میں دو بات کا پایا جانا ضروری ہے، **اول** یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو اگرچہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں، **دوسرے** یہ کہ ذکر کرنیوالے کے مدرکہ میں تجلی اور اس کے پُر کر دینے کی قدرت ہو، جس کو عرف میں دُنو اور تدلی نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں، یہ دونوں باتیں چونکہ اسی مطلوب میں پائی جاتی ہیں اس لئے طریقِ بالا سے تقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہو سکتا ہے، اور اسی کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا (الحدیث) جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں (یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر) اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں" یہ سب تشبیہات سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ حق سبحانہٗ وتقدس چلنا پھرنا وغیرہ سب سے مبرا ہیں، مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنیوالوں کی طرف انکی طلب اور سعی سے زیادہ توجہ اور نزول فرماتے ہیں، اور کیوں نہ فرماویں کہ کریم کے کرم کا مقتضا یہی ہے، پس جبکہ یاد کرنیوالوں کی طرف سے یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے، کلامِ الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اس کی کوئی آیت ذکر و توجہ الی اللہ سے خالی نہیں، اس لئے یہی بات اس میں بھی پائی جاتی ہے، مگر اس میں ایک خصوصیت زیادہ ہے جو زیادتی تقرب کا سبب ہے، وہ یہ کہ ہر کلام متکلم کی صفات و اثرات اپنے اندر لئے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فساق و فجار کے اشعار کا ورد رکھنے سے اُس کے اثرات پائے جاتے ہیں، اور اتقیاء کے اشعار سے انکے ثمرات پیدا ہوتے ہیں، اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلو سے نخوت و تکبر پیدا ہوتا ہے، اور حدیث کی کثرت مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفسِ زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں، لیکن مصنفین جن کی کتب پڑھائی جاتی ہیں انکے اختلافِ اثرات سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے، بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلم کے تأثرات پائے جاتے ہیں، اس لئے کلامِ الٰہی کے تکرار و ورد سے اس کے متکلم کے اثرات

بھی پیدا ہونا اور اِن سے طبعًا مناسبت پیدا ہوجانا یقینی ہی، نیز ہر مصنف کا قاعدہ ہی کہ جب کوئی شخص اس کی تالیفات کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اس کی طرف التفات اور توجّہ ہوا کرتی ہے، اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام کا وِرد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہٗ وتقدس کی زیادتی توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہی جو زیادتی قرب کا سبب ہوتی ہی آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لطف سے نوازیں اور تمہیں بھی

(۲۴) عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ (رواہ النسائی وابن ماجہ والحاکم واحمد)

"انس رض نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں، صحابہ رض نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص"

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہوں، اس کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں، ان کا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے، اور گذشتہ مضمون سے واضح ہوگیا کہ جب یہ ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطافِ باری بھی ہر وقت اُن کی طرف متوجہ رہتی ہیں، اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں، کس قدر بڑی فضیلت ہی کہ ذرا سی محنت ومشقت سے اللہ والے بنتے ہیں، اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں، اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہوجاتا ہے، دنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے ممبروں میں صرف شمول کے لئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنا پڑتی ہے، ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، اور اس کو سب سے اہم کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بیکار سمجھا جاتا ہی، ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تابکجا،

(۲۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ، (رواہ البخاری ومسلم)

"ابوہریرہ رض نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہٗ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں، جو کلامِ الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو"

پہلے معلوم ہوچکا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں، پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آدابِ تلاوت کو بحمالہٖ ادا کرتے ہیں اس لئے اُن کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے، پھر جب کہ حُسنِ آواز اس کے ساتھ مل جاوے تو سونے پر سہاگہ ہی

جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء کے بعد الافضل فالافضل حسب حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

عَنْ فُضَالَۃَ ابْنِ عُبَیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُ اَشَدُّ اُذُنًا اِلٰی قَارِئِ الْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَیْنَۃِ اِلٰی قَیْنَتِہٖ، (رواہ ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم کذا فی شرح الاحیاء قلت وقال الحاکم صحیح علٰی شرطہما وقال الذہبی منقطع)

(۲۶) "فضالۃ ابن عبیدؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانیوالی باندی کا گانا سن رہا ہو"

گانے کی آواز کی طرف فطرتاً اور طبعاً توجہ ہوتی ہے، مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار لوگ اُدھر متوجہ نہیں ہوتے، لیکن گانیوالی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں اس لئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے، البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے اِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَھْلِ الْعِشْقِ (الحدیث) "یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کو آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں" اس طرح مت پڑھو، مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہگار ہے مگر گانے کے قواعد کی رعایت کئے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے، حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو، ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کا حُسن دوبالا ہو جاتا ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جارہے تھے، کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا، ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا، اور سارنگی بجا رہا تھا، ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا، کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی، اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گذرتے ہوئے چلے گئے، زاذان نے اُن کو بولتے ہوئے دیکھا، لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ صحابی ہیں، اور یہ ارشاد فرما گئے ہیں، اُس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں، قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعودؓ کے پیچھے لگ گئے، اور علامہ وقت ہوئے، غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے، مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا، حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں

مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنیوالی ہو جو گانے اور نوحہ کرنیوالوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی، وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لئے نافع نہ ہوگی، خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑینگے، اور جنکو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے، طاؤس رح کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جب تو اس کو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف ہو یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو، اس سب کے ساتھ اللہ جل و علا کا بڑا انعام یہ ہو کہ آدمی اپنی حیثیت و طاقت کے موافق اس کا مکلف ہو، حدیث میں ہو کہ حق سبحانہ و تقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام پاک پڑھے، اور کما حقہ اسکو درست پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اسکو درست کرنیکے بعد اوپر لیجاتا ہو، اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ،

(۲۷) عَنْ عُبَیْدَةَ الْمُلَیْکِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَآ اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَفْشُوْہُ وَتَغَنَّوْہُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَابًا،

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

عُبیدہ ملیکی رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اے قرآن والو! قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے معانی میں تدبر کرو کہ تم فلاح کو پہنچو، اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب کرو کہ (آخرت میں) اس کیلئے بڑا اجر و بدلہ ہے"

حدیث بالا میں چند امور ارشاد فرمائے ہیں (۱) قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ، قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں، اول یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلاف ادب ہو، ابن حجر رح نے لکھا ہو کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس کی طرف پشت کرنا، اس کو روندنا وغیرہ حرام ہو، دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلام پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے، جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا ہو کہ قبر پر سرہانے برکت کے واسطے رحل پر رکھا رہتا ہے، یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے، اس کا حق یہ ہو کہ اس کی تلاوت کی جاوے (۲) اور اسکی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے خود کلام پاک میں بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ

حَقَّ تِلَاوَتِہٖ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہو وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیساکہ اسکی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہئے ⑶ اور اسکی اشاعت کرو، یعنی تقریر سے، تحریر سے، ترغیب سے، عملی شرکت سے جس طرح ہوسکے اس کی اشاعت جتنی ہوسکے کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں، لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حبِّ اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے، ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی ؛ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم ہے کہ قرآن پاک کو پھیلاؤ، مگر ہمارا عمل یہ ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہوسکے دریغ نہ کریں گے، جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے تاکہ بچے بجائے قرآن پاک کے پرائمری پڑھیں، ہمیں اس پر غصہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کردیتے ہیں، اس لئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے، یہ مسلّم وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں، مگر کیا انکی کوتاہی سے آپ سبکدوش ہوجاتے ہیں، یا آپ پر سے قرآن پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے؟ اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے، وہ اپنی کوتاہیوں کے جواب دہ ہیں، مگر انکی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآن پاک کے مکاتب سے ہٹادیں اور انکے والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور رہوں اور اس کا وبال آپکی گردن پر رہے، یہ حمیٰ دق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے؟ عدالتِ عالیہ میں اپنے اس جواب کو اس لئے جبراً تعلیم قرآن سے ہٹادیا کہ مکتب کے میاں جی بہت بُری طرح سے پڑھاتے تھے، آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے، بنیے کی دُوکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی جاگری کے واسطے ۱۲/۳ کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو مگر اللہ کے یہاں تعلیمِ قرآن سب سے اہم ہے ⑷ خوش آوازی سے پڑھو، جیساکہ اس سے پہلی حدیث میں گذرچکا، ⑸ اور اس کے معنی میں غور کرو، تورات سے احیاء میں نقل کیا ہے حق سبحانہ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں، "اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی، تیرے پاس راستے میں کسی دوست کا خط آجاتا ہے تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے، الگ بیٹھکر غور سے پڑھتا ہے، ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے، میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے میں نے اس میں سب کچھ واضح کردیا ہے، بعض اہم امور پر بار بار تکرار کیا ہے، تاکہ تو اس پر غور کرے

اور تو بے پرواہی سے اُڑا دیتا ہے، کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں، اے میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن ادھر متوجہ ہوجاتا ہے، کان لگاتا ہے غور کرتا ہے کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تُو اشارہ سے اس کو روکتا ہے منع کرتا ہے، میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں آہ" تدبّر اور غور کے متعلق کچھ مقدمہ حدیث میں اور کچھ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں مذکور ہو چکا۔

⑨ اور اس کا بدلہ دنیا میں ..... نہ چاہو، یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لو کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے، دنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جاویگا تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہوجائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمّت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی، اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکتِ وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہوجاوے گی، کذا فی الاحیاء، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

(۲۸) عَنْ وَاثِلَۃَ رض رَفَعَہٗ اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرَاۃِ السَّبْعَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِیْنَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیَ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ (لاحمد والکبیر کذا فی جمع الفوائد)

"واثلہ رض نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبع طوال ملی ہیں، اور زبور کے بدلہ میں مئین اور انجیل کے بدلہ میں مثانی اور مفصّل مخصوص ہیں میرے ساتھ"۔

کلامِ پاک کی اوّل سات سورتیں طوال کہلاتی ہیں، اس کے بعد کی گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں، اس کے بعد کی بیس سورتیں مثانی، اس کے بعد ختم قرآن تک مفصّل، یہ مشہور قول ہے بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طوال میں داخل ہیں یا مئین میں، اسی طرح مثانی میں داخل ہیں یا مفصّل میں؟ مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود سے اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا، مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتب مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں اُن سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے، اور ان کے علاوہ مفصّل اس کلام پاک میں مخصوص ہے، جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

(۲۹) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَۃٍ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ

"ابو سعید خدری رض کہتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا

وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْيِ وَقَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا نَسْتَمِعُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِيْنَا ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ لَهٗ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَّذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ (رواہ ابوداؤد)

اُن لوگوں کے پاس اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھانپ لیں بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر قاری چپ ہو گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سُن رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اُن میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ سب کے برابر رہیں کسی سے قریب یا کسی سے دور نہ ہوں اُس کے بعد سب کو حلقہ کرکے بیٹھنے کا حکم فرمایا، سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مُنہ کرکے بیٹھ گئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراء مہاجرین تمہیں مژدہ ہو قیامت کے دن نور کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیاء سے آدھا دن پہلے جنّت میں داخل ہوگے' اور یہ آدھا دن پانسو برس کے برابر ہوگا۔"

ننگے بدن سے بظاہر محلِ ستر کے علاوہ مراد ہے، مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے، اس لئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی اوّل تو ان لوگوں کو اپنی مشغولیت کی وجہ سے خبر نہ ہوئی لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا، اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت فرمانا بظاہر اظہار مسرت کے لئے تھا، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ چکے تھے، آخرت کا ایک دن دنیا کے

ہزار برس کے برابر ہوتا ہے وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ، اور اسی درجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غدا کے ساتھ آتا ہی جس کے معنٰے کل آئندہ کے ہیں، لیکن یہ سب باعتبار اغلب اور عام مؤمنین کے ہے، ورنہ کافرین کیلئے وارد ہوا ہے، فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ، ایسا دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا، اور خواص مؤمنین کے لئے حسب حیثیت کم معلوم ہوگا، چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض مؤمنین کیلئے بمنزلہ دو رکعت فجر کے ہوگا،

قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیساکہ بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں بیحد ہیں، اس کے سننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آئے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے جیساکہ اس روایت سے معلوم ہوا بعض علماء کا فتویٰ ہی کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے اس لئے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہی اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے، جس میں علماء کا اختلاف ہی کہ وہ نادار جو صبر کرنیوالا ہو اپنے فقر وفاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو وہ افضل ہی یا وہ مالدار جو شکر کرنیوالا ہو، حقوق ادا کرنیوالا ہو، اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے،

(۳۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی اٰیَةٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَةٌ مُّضَاعَفَةٌ وَّمَنْ تَلَاھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ (رواہ احمد

ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہی کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سُنے اُس کیلئے دوچند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا،

عن عبادة بن میسرة واختلف فی توثیقہ عن الحسن عن ابی ھریرة والجمھور علیٰ ان الحسن لم یسمع عن ابی ھریرة رض،

محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہی، مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤید ہی کہ کلام پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتایا ہے، ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سُنا، میں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تو خود نازل ہی ہوا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا سُناؤں؟ ارشاد ہوا کہ

میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں، اس کے بعد میں نے سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہؓ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سنتے رہے، ابو موسیٰ اشعری رضؓ کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی،

(۳۱) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ (رواہ الترمذی وابوداود والنسائی والحاکم وقال علی شرط البخاری)

عُقبہ بن عامرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنیوالے کے مشابہ ہے، اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کے مانند ہے ؏

صدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جس وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو، یا اور کوئی مصلحت ہو، اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے، جہاں ریاء کا شبہ ہو، یا دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو، وغیرہ وغیرہ، اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہی جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو، اور اس میں دوسرے کے سننے کا ثواب بھی ہوتا ہے، اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تکلیف ہو یا ریاء کا احتمال ہو، وغیرہ وغیرہ، اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں، کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض اوقات وہ افضل تھا، آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، بیہقیؒ نے کتاب الشعب میں (مگر یہ روایت بقواعد محدثین ضعیف ہی) حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل علانیہ کے عمل سے سترّ حصہ زیادہ بڑھ جاتا ہی، جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسرے کے ساتھ خلط ہو جائے، عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجدِ نبویؐ میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سنا تو اس کو منع کرا دیا، پڑھنے والے نے کچھ حجت کی تو عمرؒ بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہی تو آہستہ پڑھ اور لوگوں کی خاطر پڑھتا ہی تو بیکار ہی، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا، شرح احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار ذکر کیے گئے،

عَنْ جَابِرٍ رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ مَّنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهٗ اِلَى النَّارِ (رواہ ابن حبان والحاکم مطولاً وصححہ)

(۳۲) "جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایسا شفیع ہے جسکی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کرلیا گیا، جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اسکو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اسکو پس پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔"

یعنی جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقبول ہے، اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کیلئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے، اور اپنی حق تلفی کرنیوالوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا کیا، جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اتباع اور اس کی پیروی اپنا دستور العمل بنالے اس کو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اس کا اتباع نہ کرے اس کا جہنم میں گرنا ظاہر ہے، بندہ کے نزدیک کلام پاک کیساتھ لاپرواہی برتنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہوسکتا ہے، متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پروائی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں، بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی، ایک شخص کا حال دکھلایا گیا اس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا، مگر اس نے نہ شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا، لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہیگا، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں، کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کیساتھ بے توجہی پر جو سزا دیجاوے مناسب ہے،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ

(۳۳) عبداللہ بن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں، روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے

وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔ رواہ احمد وابن ابی الدنیا والطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم

اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کے سونے سے روکا، میری شفاعت قبول کیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔"

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے، جس کا ترجمہ کیا گیا، حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے، یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشاتِ نفسانیہ سے روکا، اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشاتِ نفسانیہ سے جدا رہنا چاہئے، اگرچہ وہ جائز ہوں جیساکہ پیار کرنا لپٹنا، بعض روایات میں آیا ہے کہ کلام مجید جوانمرد کی شکل میں آئے گا، اور کہے گا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن کو پیاسا رکھا، نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اس طرف کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے، حدیث نمبر ۲ میں اس کی تصریح بھی گذر چکی ہے، خود کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی، ایک جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ، دوسری جگہ ارشاد ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا، ایک جگہ ارشاد ہے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ، ایک جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام تمام رات گذر جاتی تھی، حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، اسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے، سعید بن جبیرؓ نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا، ثابت بنانیؒ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے، اور اسی طرح ابوحرہؒ بھی، ابوشیخ ہنائیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو کلام مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے، اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کرلیتا، صالح بن کیسانؒ جب حج کو گئے تو راستے میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے، منصور بن زاذانؒ صلوٰۃ الضحیٰ میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے، اور تمام رات نوافل میں گزارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہوجاتا تھا، اسی طرح اور حضرات بھی، جیساکہ محمد بن نصرؒ نے قیام اللیل میں تخریج کیا ہے، شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادات ختم قرآن میں

مختلف رہی ہیں بعض حضرات ایک ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ امام شافعیؒ غیر رمضان المبارک میں اور بعض دو ختم روزانہ کرتے تھے، جیسا کہ خود امام شافعی صاحبؒ کا معمول رمضان المبارک میں تھا، اور یہی معمول اسودؒ اور صالح بن کیسانؒ، سعید بن جبیرؒ اور ایک جماعت کا تھا بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا، چنانچہ سلیم بن عترؒ جو بڑے تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح مصر میں شریک تھے، اور حضرت معاویہؓ نے قصص کا امیر اُن کو بنایا تھا اُن کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے، نوویؒ کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے، ابن قدامہؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں، پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے، اہل تاریخ نے امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ رمضان شریف میں اکسٹھ ۶۱ قرآن شریف پڑھتے تھے ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنیوالا تدبر نہیں کر سکتا، اسی وجہ سے ابن حزمؒ وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا ہے، بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے، اس لئے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے، اسی طرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں، جتنے ایام میں بسہولت ہو سکے کلام مجید ختم کرے، مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں، جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اس کی قضا کرے، غرض چالیس ۴۰ دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہو جاوے، جمہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں، مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو، نیز بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے، صاحب مجمعؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَقَدْ عَذَّبَ ''جس شخص نے قرآن شریف چالیس ۴۰ رات میں ختم کیا اس نے بہت دیر کی، بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیئے، اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کر لے کہ صحابہؓ کا معمول عامۃً یہی نقل کیا جاتا ہے، جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کر کے پنجشنبہ کے روز ختم کرے، امام صاحبؒ کا مقولہ پہلے گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے، لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیئے،

ایک حدیث میں وارد ہو کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کیلئے رحمت کی دعاء کرتے ہیں، اس سے بعض مشائخ نے یہ استنباط فرمایا ہو کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتداء میں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دعاء کا میسّر ہو،

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ سُلَيْمٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ أَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِيٌّ وَّلَا مَلَكٌ وَّلَا غَيْرُهٗ. قَالَ الْعِرَاقِيُّ رَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيْبٍ كَذَا فِي شَرْحِ الْاِحْيَاءِ)

(۳۴) سعید بن سلیمؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھکر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا، نہ کوئی نبی اور نہ فرشتہ وغیرہ،

کلام اللہ شریف کا شفیع اور اس درجہ کا شفیع ہونا جس کی شفاعت مقبول ہو اور بھی متعدد روایات سے معلوم ہو چکا، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے میرے اور تمھارے لئے اس کو شفیع بناوے نہ کہ فریقِ مخالف اور مدّعی، لآلیِ مصنوعہ (نام کتاب) میں بزار کی روایت سے نقل کیا ہو اور وضع کا حکم بھی اس پر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں تو اس کے سرہانے نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے، جب کفن دیا جاتا ہو تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے، جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علٰحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں، مگر یہ کہتا ہو کہ یہ میرا ساتھی ہو میرا دوست ہو، میں کسی حال میں بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا، تم سوالات کے لئے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو میں اس وقت اس سے جدا نہیں ہو سکتا، کہ جنت میں داخل کراؤں، اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہو جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ، منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے، اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملاءِ اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے، اور اس کے درمیان مُشک بھرا ہوا ہوتا ہے، حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فرماویں اور تمھیں بھی، یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہو جس کو تطویل کے خوف سے مختصر کر دیا،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ لَا يَنْبَغِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ يَّجِدَ مَعَ مَنْ وَّجَدَ وَلَا يَجْهَلُ مَنْ جَهِلَ وَفِيْ جَوْفِهٖ كَلَامُ اللّٰهِ، (رواه الحاکم وقال صحیح الاسناد)

(۳۵) عبداللہ بن عمروؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اُس نے علومِ نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا، گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی، حاملِ قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے، حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے "

چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہوگیا، اس لئے وحی تو اب نہیں آسکتی، لیکن چونکہ یہ حق سبحانہ وتقدس کا پاک کلام ہے، اس لئے علمِ نبوت ہونے میں کیا تامل ہے، اور جب کوئی شخص علومِ نبوت سے نوازا جاوے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اس کے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور بُرے اخلاق سے احتراز کرے، فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے، اس کے لئے مناسب نہیں کہ لہو ولعب میں لگنے والوں میں لگ جاوے یا غافلین میں شریک ہو جاوے یا بیکار لوگوں میں داخل ہو جاوے،

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَهُوْلُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَلَا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ هُمْ عَلٰى كَثِيْبٍ مِّنْ مِّسْكٍ حَتّٰى يُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَاَمَّ بِهٖ قَوْمًا وَّهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَدَاعٍ يَّدْعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَحْسَنَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ وَفِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَوَالِيْهِ، (رواہ الطبرانی فی المعاجم الثلاثة)

(۳۶) ابن عمرؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامنگیر نہ ہوگا، نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑیگا اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو وہ مُشک کے ٹیلوں پر تفریح کریں گے. ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امامت کی، اس طرح پر کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کیلئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے، تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی

قیامت کی سختی، اس کی دہشت، اس کا خوف، اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بیخبر ہو اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بے فکری نصیب ہو جاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھ کر اور کروڑوں راحتوں سے مغتنم ہی، پھر اس کے ساتھ تفریح و تنعم بھی نصیب ہو جاوے تو خوشا نصیب اس شخص کے جسکو یہ میسّر ہو اور بربادی و خسران ہو ان بے حسوں کیلئے جو اس کو لغو، بیکار اور اضاعتِ وقت سمجھتے ہیں معجم کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنیوالے صحابی عبداللہ بن عمرو رضؓ سے نقل کیا ہو کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ، غرض سات دفعہ بھی لفظ کہا، یعنی سات مرتبہ اگر نہ سنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰیَۃً مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ وَّلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِہٖ اَوْ لَمْ یُعْمَلْ بِہٖ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّیَ اَلْفَ رَکْعَۃٍ (رواہ ابن ماجہ باسناد حسن)

(۳۷) ابو ذر رضؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے، اور اگر باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو یہ ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہی، فضائل علم میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں ان کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر، ایک جگہ ارشاد ہو کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہی،

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ اٰیَاتٍ فِیْ لَیْلَۃٍ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ (رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

(۳۸) ابو ہریرہ رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہو کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہی، اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی؟

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰی هٰؤُلَآءِ الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَاتِ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ وَمَنْ قَرَأَ فِیْ لَیْلَةٍ مِّائَةَ اٰیَاتٍ کُتِبَ مِنَ الْقَانِتِیْنَ (رواه ابن خزیمة فی صحیحه والحاکم وقال صحیح علٰی شرطهما)

(۳۹) ابو ہریرہ رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جائے گا، جو شخص سَو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین میں سے لکھا جائے گا۔"

حسن بصری رحؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سَو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبہ سے بچ جاویگا، اور جو دو سو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا، اور جو پانسو سے ہزار تک پڑھ لے اس کیلئے ایک قنطار ہی، صحابہ رضؓ نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَتَکُوْنُ فِتَنٌ قَالَ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا یَا جِبْرَئِیْلُ، قَالَ کِتَابُ اللّٰهِ (رواه رزین کذا فی الرحمة المهداة)

(۴۰) "ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انھوں نے کہا کہ قرآن شریف۔"

کتابُ اللہ پر عمل ہی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہی اور اس کی تلاوت کی برکت ہی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے، حدیث نمبر ۲۲ میں گذر چکا کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے، سکینہ اور رحمت اس گھر میں نازل ہوتی ہے، اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں، فتنوں سے مراد خروجِ دجّال، فتنۂ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت علی رضؓ کی روایت میں وارد ہی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہی کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اسکی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کر جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہی اسی جانب میں اللہ کے کلام کو اس کا محافظ پاویگا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا،

خاتمہ

فی عدۃ روایات زائدۃ علی الاربعینۃ لابد من ذکرھا لاغراض تناسب المقام

(۱) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ. (رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

عبد الملک بن عمیرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں مختصر لیکن فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں، اور اسی طرح وہ ایک خاص ایسے امر ہیں جن پر تنبیہ قرآن پڑھنے والے کیلئے ضروری ہے۔ **سورۂ فاتحہ** کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے، جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا، انھوں نے نماز کا عذر کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تمکو بلاویں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤں گا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ الحمد کی سات آیتیں ہیں، یہ سبع مثانی ہیں اور قرآن عظیم، بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا، اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں آگیا، اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آگیا، اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آگیا، اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں، اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جل شانہ کے ساتھ ملا دینا ہے، بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے کہ ب میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطہ میں آگیا، یعنی وحدانیت کہ نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو، بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں تمام مقاصدِ دینی و دنیوی آگئے، ایک دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

کا ارشاد ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی نہ توراۃ میں، نہ انجیل میں، نہ زبور میں نہ بقیہ قرآن پاک میں، مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کو ایمان ویقین کیساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے، دینی ہو یا دنیوی ظاہری ہو یا باطنی، لکھکر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کے لئے نافع ہے، صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہؓ نے سانپ، بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر پڑھ کر دم کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز بھی رکھا، نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائب بن یزیدؓ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو دم فرمایا اور یہ سورت پڑھ کر لعاب دہن درد کی جگہ لگایا، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے ارادہ سے لیٹے اور سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھکر اپنے اوپر دم کرے موت کے سوا ہر بلا سے امن پاوے، ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانے سے مجھکو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی (۱) سورۂ فاتحہ (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور (۴) سورۂ کوثر، ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا اس نے گویا توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا، ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی، اوّل جبکہ اس پر لعنت ہوئی، دوسرے جبکہ اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا، تیسرے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی، چوتھے جبکہ سورۂ فاتحہ نازل ہوئی شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور دردِ گردہ کی شکایت کی، شعبیؒ نے کہا کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کر، اس نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے، شعبیؒ نے کہا کہ سورۂ فاتحہ، مشائخ کے اعمالِ مجربہ میں لکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ اسم اعظم ہے ہر مطلب کے لئے پڑھنی چاہئے، اور اس کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ صبح کے فرض اور سنت کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کے ساتھ الحمد للہ کا لام ملا کر اکتالیس بار چالیس دن تک پڑھے، جو مطلب ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا، اور اگر کسی مریض یا جادو کئے ہوئے کے لئے ضرورت ہو تو پانی پر دم کرکے اس کو پلادے، دوسرے یہ کہ نوچندی اتوار کو صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بلا قید میم ملانے کے ستر بار پڑھے، اور اس کے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس بار کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتہ ختم ہو جائے، اوّل مہینے میں اگر

مطلب پورا ہو جائے فبہا ورنہ دوسرے تیسرے مہینہ میں اسی طرح کرے، نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مُشک اور زعفران سے لکھکر اور دھوکر پلانا چالیس روز تک امراض مزمنہ کے لئے مجرب ہی، نیز دانتوں کے درد اور سر کے درد، پیٹ کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا مجرب ہے یہ سب مضمون "مظاہر حق" سے مختصر طور پر نقل کیا گیا،

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف فرما تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہی، جو آج سے قبل کبھی نہیں کھُلا تھا، پھر اُس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا، پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دو نوروں کی بشارت لیجئے، جو آج سے قبل کسی کو نہیں دیئے گئے، ایک سورۂ فاتحہ دوسرا خاتمہ سورۂ بقرہ، یعنی سورۂ بقرہ کا آخری رکوع، ان کو نور اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے،

عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ یٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّھَارِ قُضِیَتْ حَوَائِجُہٗ (رواہ الدارمی)

(۲) "عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی پہنچا ہی کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو شروع دن میں پڑھے، اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں"

احادیث میں سورۂ یٰسٓ کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، ایک روایت میں وارد ہوا ہی کہ ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے، قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسٓ ہے، جو شخص سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے، ایک روایت میں آیا ہی کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ آسمان و زمین پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا، جب فرشتوں نے سُنا تو کہنے لگے کہ خوش حالی ہی اس اُمّت کے لئے جن پر یہ قرآن اتارا جائے گا، اور خوش حالی ہے اُن دلوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے، اور خوش حالی ہی اُن زبانوں کیلئے جو اس کو تلاوت کریں گی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پس اس سورت کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو، ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ یٰسٓ کا نام توراۃ میں مُنعِمہ ہی، کہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے، اور

اور اس سے دنیا و آخرت کی مصیبت دُور ہوتی ہے' اور آخرت کی ہول دور ہوتی ہے، اس سورۃ کا نام رافعہ خافضہ بھی ہے، یعنی مؤمنوں کے رُتبے بلند کرنیوالی اور کافروں کو پست کرنیوالی، ایک روایت میں ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورۂ یٰسٓ میرے ہر اُمتی کے دل میں ہو، ایک روایت میں ہو کہ جس نے سورۂ یٰسٓ کو ہر رات میں پڑھا پھر مرگیا تو شہید مرا، ایک روایت میں ہو کہ جو یٰسٓ کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے، اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے، اور جو راستہ گُم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے، اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پالیتا ہے، اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے، اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے، اور جو ایسی عورت پڑھے جس کے بچہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو اس کے لئے بچہ جننے میں سہولت ہوتی ہے، مقری کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لئے سورۂ یٰسٓ پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے، ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے سورۂ یٰسٓ اور والصّٰفّٰت پڑھی اور پھر اللہ سے دُعاء کی اس کی دعاء پوری ہوتی ہے (اس کا بھی اکثر مظاہر حق سے منقول ہو، مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے)

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَاْمُرُ بَنَاتَهٗ بِقِرَاءَتِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

"ابن مسعودؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا، اور ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں"

سورۂ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں، ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ حدید اور سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے، ایک روایت میں ہو کہ سورۂ واقعہ سورۃ الغنی ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ، ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیٹیوں کو سکھاؤ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے، مگر بہت ہی پست خیالی ہو کہ چار پیسے کے لئے اس کو پڑھا جاوے، البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی،

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَۃً فِی الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَلَہٗ وَھِیَ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ،

(۴) ابوہریرہ رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کی مغفرت کرادے اور وہ سورۃ تبارک الذی ہے۔"

(رواہ احمد ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ)

سورۃ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورت ہر مؤمن کے دل میں ہو، ایک روایت میں ہے کہ جس نے تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا، گویا اس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا، ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور ستر برائیاں دور کی جاتی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کیلئے عبادت لیلۃ القدر کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے، (کذافی المظاھر)

ترمذیؒ نے ابن عباس رضؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ رضؓ نے ایک جگہ خیمہ لگایا اُن کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے، اچانک اُن خیمہ لگانیوالوں نے اس جگہ کسی کو سورۃ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سُنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے، حضرت جابر رضؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورۃ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے، خالد بن معدان رضؓ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص بڑا گنہگار تھا اور سورۃ سجدہ پڑھتا تھا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا، اس سورۃ نے اپنے پَر اُس شخص پر پھیلادیئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا، اس کی شفاعت قبول کی گئی، اور حکم ہو گیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے، خالد بن معدان رضؓ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹادے، اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے، اور اپنے پَر میت پر پھیلادیتی ہے، اور اس پر عذاب قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے، اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارے میں بھی کہتے ہیں، خالد بن معدان رضؓ اس وقت تک نہ سوتے تھے

جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے، طاؤس کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی ہر سورۃ پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں، عذاب قبر کوئی معمولی چیز نہیں، ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے، حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی، کسی نے پوچھا کہ آپ جنت دوزخ کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے، جتنا کہ قبر سے، آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر منازلِ آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنیوالے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں، نیز میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قبر سے زیادہ متوحش کوئی منظر نہیں، (جمع الفوائد) اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَهٗ وَمِنْ اٰخِرِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اَوَّلَهٗ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ، رواہ الترمذی کما فی الرحمۃ والحاکم وقال تفرد بہ صالح المری وھو من زھاد اھل البصرۃ الا ان الشیخین لم یخرجاہ وقال الذھبی صالح متروک قلت ھو من رواۃ ابی داؤد والترمذی)

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین اعمال میں سے کونسا عمل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حال مرتحل، لوگوں نے پوچھا حال مرتحل کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحب قرآن ہے جو اوّل سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے، اور اخیر کے بعد پھر اوّل پر پہنچے، جہاں ٹھہرے پھر آگے چل دے۔"

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مرتحل کوچ کرنے والے کو، یعنی یہ کہ جب کلام پاک ختم ہو جائے تو پھر از سر نو شروع کرے، یہ نہیں کہ بس اب ختم ہو گیا دوبارہ پھر دیکھا جائے گا، کنز العمال کی ایک روایت میں اس کی شرح وارد ہوئی، اَلْخَاتِمُ الْمُفْتَتِحُ ختم کرنیوالا اور ساتھ ہی شروع کرنیوالا، یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کرلے، اسی سے غالباً وہ عادت ماخوذ ہے جو ہمارے دیار میں متعارف ہے کہ ختم قرآن شریف کے مُفْلِحُوْنَ تک پڑھا جاتا ہے، مگر اب لوگ اسی کو مستقل ادب سمجھتے ہیں، اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ ایسا نہیں

بلکہ دراصل معاً دوسرا قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے، جس کو پورا بھی کرنا چاہئے،
شرح احیاء میں اور علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں بروایت دارمی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ پڑھا کرتے تو سورۂ بقرہ سے مفلحون تک ساتھ ہی پڑھتے اور اس کے بعد ختم قرآن کی دعا فرماتے تھے،

(٦) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا،
(رواہ البخاری ومسلم)

"ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبرگیری کیا کرو، قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہو کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیّوں سے"،

یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوے اور وہ رسّی سے نکل جاوے تو بھاگ جاوے گا، اسی طرح کلام پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جاویگا اور اصل بات یہ ہو کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہو، ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہو جانا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ محال ہے، اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورۂ قمر میں بطور احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ۝ کہ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کے لئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا، صاحب جلالینؒ نے لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے تو جس چیز کو حق تعالیٰ شانہٗ بار بار تاکید سے فرما رہے ہوں اس کو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اضاعتِ وقت سے تعبیر کرتے ہوں، اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کیلئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے، تعجب کی بات ہو کہ حضرت عزیرؑ اگر اپنی یاد سے تورات لکھادیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں، اور مسلمانوں کے لئے اللہ جل شانہٗ نے اس لطف و احسان کو عام فرما رکھا ہے تو اس کی یہ قدردانی کی جاوے؟ فَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝ بالجملہ یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف و انعام ہو کہ یہ یاد ہو جاتا ہے، اس کے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اُسے

بھلا دیا جاتا ہے، قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر اُمت کے گناہ پیش کئے گئے میں نے اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف پڑھکر بھلا دے، دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھکر بھلا دے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہوگا، جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیت ذیل کو دلیل بنایا ہے، اِقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا ۔ جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اُس کو اندھا اُٹھائیں گے، وہ عرض کریگا کہ یا اللہ میں تو آنکھوں والا تھا مجھے اندھا کیوں کر دیا؟ ارشاد ہوگا اس لئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے اُن کو بھلا دیا، پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جاوے گا، یعنی تیری کوئی اعانت نہیں کی جائے گی،

(٧) عَنْ بُرَیْدَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَکَّلُ بِہِ النَّاسَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْہِ لَحْمٌ ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

"بریدہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے، قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔"

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلبِ دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو، عنقریب ایک جماعت آنیوالی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے، یعنی خوب سنواریں گے، ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے، اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا، آخرت سے اُن لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا، مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جبکہ اس میں اخلاص نہ ہو، محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے، چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اُس نے اشرف الاشیاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اشرف الاعضاء چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جائے گا، عمران ابن حصین رضؓ کا ایک واعظ پر گزر ہوا جو تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا، یہ دیکھ کر انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے

کہ جو شخص تلاوت کرے اس کو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے، مشائخ سے منقول ہو کہ جو شخص علم کے ذریعہ سے دنیا کماوے اس کی مثال ایسی ہی کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہو جائیگا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہی، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى الآیہ (یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہی پس نہ اُن کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں)۔

اُبَی بن کعب رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی، اس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور سے دی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی "اسی طرح کا واقعہ عبادہ بن الصامت رضؓ نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکا دی، دوسری روایت میں ہے اگر تو چاہی کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اس کو قبول کر لے،

یہاں پہنچ کر میں اُن حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ للہ اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے جو لوگ آپ کی بدنیتوں کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرانا بند کرتے ہیں، اس کے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں خود آپ لوگ بھی اس کے جواب دہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں، آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنے والے ہیں، لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں جن کی بداطواریاں اور بدنیتیاں دنیا کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ قرآن پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں، علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنالیں، بلکہ حقیقۃً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعتِ علم و قرآن شریف ہونے کی ضرورت ہی اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفعِ ضرورت کی ایک صورت ہی جسکو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا؂

تتمّہ

کلام پاک کے اُن سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اس کے ساتھ محبت پیدا کرنا ہے، اس لئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے لئے لازم و ملزوم ہے، اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے، دنیا میں آدمی کی خلقت صرف اللہ جل شانہٗ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خلقت آدمی کے لئے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کاراند ؛ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ؛ شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

کہتے ہیں "بادل و ہوا، چاند، سورج، آسمان و زمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تو اپنی حوائج اُن کے ذریعہ سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے، کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کس قدر فرمانبردار و مطیع اور وقت پر کام کرنیوالی ہیں، اور تنبیہ کیلئے کبھی کبھی اُن میں تخلف بھی تھوڑی دیر کے لئے کر دیا جاتا ہے، بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا اسی طرح گرہن کے ذریعہ سے چاند، سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ایک غافل کے لئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے، اس سب کے بعد کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کی جاویں، اور اُن کی فرمانبرداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے بہترین معین محبت ہے، اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ، جب کسی شخص سے محبت ہو جاتی ہے عشق و فریفتگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے، اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسا کہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلافِ عادت و طبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے، کسی چیز سے محبت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات و جمال کا مشاہدہ ہے، حواس ظاہرہ سے ہو یا حواس باطنہ میں تصور استحضار سے، اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہو جاتی ہے تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ؛ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا، بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے کان میں آواز پڑ جانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں اس کے

جوہر.... اس کے ساتھ اُلفت کا سبب بن جاتی ہیں، کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنیکی تدبیر اہلِ فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اسکی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے، اسکے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے جیسا کہ عشقِ طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں، کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑجاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں اضافہ ہو، قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں مُرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اسکی آبپاشی کی خبر گیری نہ کی گئی تو پیداوار نہیں ہوتی، اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آجانیکے بعد اس کی طرف التفات نہ کیا جائے تو آج نہیں تو کل دل سے محو ہو جائے گی، لیکن اسکے خط و خال سراپا اور رفتار و گفتار کے تصور سے اس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لمحہ اضافہ ہوگا۔

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے ٭ اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلادو گے فوراً چھٹی مل جاوے گی، جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جکڑے جاؤ گے، اسی طرح کسی قابلِ عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اس کی دلآویزیوں کا تتبع کرے، جوہروں کو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جاویں اس پر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونیوالے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی، اس سے زیادہ کی ہوس جہانتک کہ امکان میں ہو باقی رہتی ہے، حق سبحانہٗ و تقدس جو حقیقۃً ہر جمال و حُسن کا منبع ہیں اور حقیقۃً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے، یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال و کمال پر بس نہیں، نہ اس کی کوئی غایت، انہی بے نہایت کمالات میں سے ان کا کلام بھی ہے جس کے متعلق میں پہلے اجمالاً کہہ چکا ہوں کہ اس انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت نہیں، عشاق کیلئے اس انتساب کے برابر اور کونسی چیز ہوگی۔

اے گُل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

قطع نظر اس سے کہ اس انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے کہ اس کا موجد کون ہے اور وہ کس کی صفت ہے، تو پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو جو جو نسبتیں ہیں ایک مسلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں، اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کونسی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے اور کلام پاک میں نہ ہو۔

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حُسنِ تو بسیار ٭ گُل چیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر ٭ ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

احادیث سابقہ کو غور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں جس کی طرف احادیثِ بالا میں متوجہ نہ کر دیا ہو، اور انواعِ محبت و افتخار میں سے کسی نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہوگا کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت و برتری اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلا دی گئی ہو مثلاً کلی اور اجمالی بہترائی جو دنیا بھر کی چیزوں کو شامل ہے ہر جمال و کمال اس میں داخل ہے، سب سے پہلی حدیث ۱ نے کلی طور پر ہر چیز سے اس کی افضلیت اور برتری بتلا دی، محبت کی کوئی سی نوع نے بھی کسی شخص کو اسبابِ غیر متناہیہ میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آئے، قرآن شریف اسی کلی افضلیت میں اس سے افضل ہی، اس کے بعد بالعموم جو اسبابِ تعلق و محبت ہوتے ہیں جزئیات و تمثیل کے طور سے ان سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلا دی گئی، اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہو تو اللہ جل شانہٗ کا وعدہ ہو کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کروں گا،

حدیث ۲ اگر کسی کی ذاتی فضیلت، ذاتی جوہر، ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جل شانہٗ نے بتلا دیا کہ دنیا کی ہر بات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہو جتنی خالق کو مخلوق پر، آقا کو بندوں پر، مالک کو مملوک پر، حدیث ۳ اگر کوئی مال و متاع حشم و خدم اور جانوروں کا گرویدہ ہو، اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیلِ کلامِ پاک کی افضلیت پر متنبہ کر دیا، حدیث ۴ اگر کوئی صوفی منش تقدس و تقویٰ کا بھوکا ہے اس کیلئے سرگرداں ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے، جن کے برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہو کہ ایک آن بھی خلافِ اطاعت نہیں گذار سکتے،

حدیث ۵ اگر کوئی شخص دوہرا حصہ ملنے سے افتخار کرتا ہو یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہو کہ اس کی رائے دو راؤں کے برابر شمار کی جائے تو اٹکنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے،

حدیث ۶ اگر کوئی حاسد بد اخلاقیوں کا متوالا ہے، دنیا میں حسد ہی کا خوگر ہو گیا ہو، اس کی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ اس قابل جس کے کمال پر واقعی حسد ہو سکتا ہو وہ حافظِ قرآن ہے، حدیث ۷ اگر کوئی فواکہ کا متوالا ہو اس پر جان دیتا ہے پھل بغیر اس کو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترنج کی مشابہت رکھتا ہے،

حدیث ۸ اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہو، مٹھائی بغیر اس کا گذر نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے، اگر کوئی شخص عزت و وقار کا دلدادہ ہے، ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دنیا اور آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہو، حدیث ۹ اگر کوئی

شخص معین و مددگار چاہتا ہے، ایسا جاں نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار رہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے، حدیث ۱۰ اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرتا ہے، اس کے نزدیک ایک باریک نکتہ حاصل کر لینا دنیا بھر کے لذّات سے اعراض کو کافی ہے، تو بطن قرآن شریف کے دقائق کا خزانہ ہے، حدیث ۱۱ اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے، محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے، عمر کھپاتا ہے تو بطن قرآن شریف اُن اسرار مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں، اگر کوئی شخص اونچے مکانات بنانے پر مر رہا ہے ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے، حدیث ۱۲ اگر کوئی اس کا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو جاوے تو قرآن شریف ایک حرف پر دس نیکیاں لاتا ہے، حدیث ۱۳ اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے اس کی خاطر دنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دمک کی دنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں، حدیث ۱۴ اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے، آگ ہاتھ پر رکھتا ہے جلتی دیا سلائی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے،

حدیث ۱۵ اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے اس پر ناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا، ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی، اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے جج وکلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال ضائع کرتا ہے، ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے، تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعہ ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہے، حدیث ۱۶ اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے چمن اور پھولوں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بالچھڑ ہے، حدیث ۱۷ اگر کوئی عطور کا فریفتہ ہے حنائے مشکی میں غسل چاہتا ہو تو کلام مجید سراپا مشک ہے، اور غور کروگے تو معلوم ہو جاوےگا کہ اس مشک سے اُس مشک کو کچھ بھی نسبت نہیں، چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ؎

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

حدیث ۱۸ اگر کوئی جوتے کا آشنا ڈر سے کوئی کام کر سکتا ہے ترغیب اس کے لئے کارآمد نہیں تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے، حدیث ۱۹ اگر کوئی عابد

افضل العبادات کی تحقیق میں رہتا ہو اور ہر کام میں اس کا متمنی ہو کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں تو قراءتِ قرآن افضل العبادات ہو، اور تصریح سے بتلادیا کہ نفل نماز، روزہ، تسبیح وتہلیل وغیرہ سب سے افضل ہو، حدیث نمبر ۲۰ بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دلچسپی ہوتی ہو، حاملہ جانور قیمتی داموں میں خریدے جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمادیا اور خصوصیت سے اس جزء کو مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے،

حدیث ۲۱، اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامنگیر رہتی ہے، ورزش کرتے ہیں، روزانہ غسل کرتے ہیں دوڑتے ہیں علی الصبح تفریح کرتے ہیں، اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج وفکر وتشویش دامنگیر رہتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری کی شفاء ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دور کرنیوالا ہی، حدیث ۲۲ لوگوں کو افتخار کے اسباب، گزشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہو، اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے، کسی کو اپنی عادتوں پر کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر، کسی کو اپنے حُسنِ تدبیر پر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ حقیقۃً قابلِ افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہو اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال وکمال کو جامع ہے ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری،

حدیث ۲۳ اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہو، کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں، تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہو، جتنا دل چاہے آدمی جمع کری، کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں، حدیث ۲۴، اسی طرح برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرے میں دس قمقمے بجلی کے اس لئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہوسکتی ہے، حدیث نمبر ۲۵۔ اگر آپ اس پر جان دیتے ہیں کہ آپ کے پاس ہدایا آیا کریں، دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں، آپ توسیع تعلقات اسی کی خاطر کرتے ہیں جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصہ نہ لگائے تو آپ اس کی شکایت کرتے ہیں، تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہو کہ سکینہ اس کے پاس بھیجی جاتی ہے، پس آپ کے کسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہو کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اس کا بھی بدل ہے، حدیث ۲۶ اور اگر آپ کسی وزیر کے اس لئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کردے گا

کسی پیشکار کی اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کردیگا یا کسی کی آپ اس لئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کردے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوب حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے، حدیث ۲۷ اگر آپ اسکے جویاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب کیا چیز ہے؟ کہ اس کے مہیا کرنے میں پہاڑ وں سے دودھ کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کے برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں، حدیث ۲۸ اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں، سلطان کے مصاحب بننے کے لئے ہزار تدابیر اختیار کرتے ہیں، تو کلام اللہ شریف کے ذریعے آپ اس بادشاہ کے مصاحب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی، حدیث ۲۹ تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لئے اور اتنی سی بات کے لئے کہ کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپ کو بھی ساتھ لیلیں، آپ کس قدر قربانیاں کرتے، راحت و آرام، جان و مال نثار کرتے ہیں، لوگوں سے کوشش کراتے ہیں، دین اور دنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ آپکی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لئے حقیقی حاکم و بادشاہ کی مصاحبت کے لئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذراسی توجہ کی بھی ضرورت نہیں، آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے مگر خدارا اس عمر کا تھوڑا سا حصہ عمر دینے والے کی خوشنودی کے لئے بھی تو خرچ کیجئے، اسی طرح اگر آپ میں چشتیت پھونک دی گئی ہے اور ان مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالس تلاوت اس سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کرلیتی ہیں، حدیث ۳۰، ۳۱ اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تلاوت کیجئے، حدیث ۳۲ اور اگر آپ اسلام کے مدعی ہیں، مسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے، اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے، تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے،

حدیث ۳۳ اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے، ترکی ٹوپی کے آپ صرف اس لئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں، ہر طرح اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں، اخبارات میں

مضامین شائع کرتے ہیں، جلسوں میں ریزولیوشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلاؤ،

بیجا نہ ہوگا، اگر میں یہاں پہونچ کر سربرآوردگانِ قوم کی شکایت کروں کہ قرآن پاک کی اشاعت میں آپ کی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدارا ذرا غور سے جواب دیجئے کہ اس کے سلسلہ کو بند کرنے میں آپ کا کس قدر حصّہ ہے، آج اس کی تعلیم کو بیکار بتلایا جاتا ہے، اضاعتِ عمر سمجھا جاتا ہے، اس کو بیکار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی کہا جاتا ہے، ممکن ہے آپ اس کے موافق نہ ہوں، لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپکا سکوت اس کی اعانت نہیں ہے، مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں، مگر آپ کی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا ہے؟ ؎

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن ؛ خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

آج اس کی تعلیم پر بڑے زور سے اس لئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے ملّانوں نے اپنے ٹکڑوں کے لئے دھندا کر رکھا ہے گویہ عامۃً نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمّہ داری ہے اور اپنے وقت پر اس کا ثبوت دینا ہوگا، مگر میں نہایت ہی ادب سے پوچھتا ہوں کہ خدارا ذرا اس پر تو غور کیجئے کہ ان خود غرض ملّانوں کی ان خود غرضیوں کے ثمرات آپ دنیا میں کیا دیکھ رہے ہیں؟ اور آپ کی ان بے غرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہوں گے؟ اور نشر و اشاعتِ کلام پاک میں آپ کی ان مفید تجاویز سے کس قدر مدد ملے گی، بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آپ کے لئے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے، اس میں آپ خود ہی فیصلہ کرلیجئے کہ اس ارشادِ نبوی ﷺ کا کس درجہ امتثال آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے، دیکھئے ایک دوسری بات کا بھی خیال رکھیں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال میں شریک نہیں تو ہم کو کیا، اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے، صحابہ رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ، (کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہوجاویں گے کہ ہم میں صلحا موجود ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہوجاوے) اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک گاؤں کے الٹ دینے کا حکم فرمایا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس میں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا، ارشاد ہوا کہ صحیح ہے، مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہوئے

دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا، درحقیقت علماء کو یہی امور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جس کو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں آپ حضرات اپنی اس وسعتِ خیالی اور وسعتِ اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں، ہر اس شخص کے ذمہ ہے جو کسی ناجائز بات کا وقوع دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹوکے، بلال بن سعدؓ سے مروی ہے کہ معصیت جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال صرف کرنے والے پر ہوتا ہے، لیکن جب کھلم کھلا کی جاوے اور اس پر انکار نہ کیا جاوے تو اس کا وبال عام ہوتا ہے، اسی طرح اگر آپ تاریخ کے دلدادہ ہیں جہاں کہیں معتبر تاریخ، پرانی تاریخ آپ کو ملتی ہے آپ اس کے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قرونِ سابقہ میں حجت و معتبر مانی گئی ہیں، حدیث ۳۴، اگر آپ اس قدر اونچے مرتبے کے متمنی ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپکی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلام اللہ شریف میں ہی ملے گی، حدیث ۳۵، اگر آپ اس قدر کاہل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت و مشقت یہ اکرام بھی آپکو صرف کلام اللہ شریف میں ملے گا، کہ چُپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے بچوں کا کلام مجید سنتے جایئے اور مفت کا ثواب لیجئے، حدیث ۳۶، اگر آپ مختلف الوان کے گرویدہ ہیں ایک نوع سے اُکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معنی میں مختلف الوان، مختلف مضامین حاصل کیجئے، کہیں رحمت، کہیں عذاب، کہیں قصّے، کہیں احکام، اور کیفیت تلاوت میں کبھی پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ، حدیث ۳۷، اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے کا آپ کو یقین ہے تو پھر تلاوتِ کلام پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اس درجہ کا سفارشی نہ ملیگا اور پھر ایسا کہ جس کی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو، حدیث ۳۸، اسی طرح اگر آپ اس قدر باوقار واقع ہوئے ہیں کہ جھگڑالو سے گھبراتے ہیں، لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں، تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریئے کہ اُس جیسا جھگڑالو آپ کو نہ ملے گا، فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرف دار ہوتا ہے مگر اس کے جھگڑنے میں اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور ہر شخص اسی کو سچا بتلائے گا اور آپکا کوئی طرفدار نہ ہوگا، حدیث ۳۹، اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اس پر آپ قربان ہیں جو آپکو محبوب کے گھر تک پہنچادے تو تلاوت کیجئے، اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیل خانہ نہ ہو جائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں،

حدیث ۴۰ اگر آپ علوم انبیار حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے گرویدہ وشیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھئے، اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے، اسی طرح اگر آپ بہترین اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے، حدیث ۴۱ اگر آپ کا مچلا ہوا دل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں بہلتا ہو اور سو جان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآن پاک مُشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت تفریح کراتا ہو کہ تمام عالم میں نفسا نفسی کا زور ہو، حدیث ۴۲ اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ فہرست میں شمار چاہتے ہیں، اور رات دن آپ کو نوافل سے فرصت نہیں تو کلام پاک سیکھنا، سکھانا اس سے بیش بیش ہی، حدیث ۴۳ و ۴۴، اگر دنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں، ہر مخمصہ سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی میں ان سے مخلصی ہی، حدیث ۴۵ اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے،

حدیث خاتمہ، ۱ اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورۂ یٰس کی تلاوت آپ نہیں کرتے، حدیث ۲ اگر آپ کو پیسہ کی محبت ایسی ہے کہ اس کے بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورۂ واقعہ کی تلاوت نہیں کرتے، حدیث ۳، اگر آپ کو عذاب قبر کا خوف دامنگیر ہو اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لئے بھی کلام پاک میں نجات ہے، حدیث ۴ اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہو کہ جس میں آپ کے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھکر نہ ملے گا، حدیث ۵ مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہونے کے بعد چھن جائے کہ سلطنت ہاتھ آنے کے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت وخسران کا سبب ہوتا ہی، اور کوئی ایسی حرکت بھی نہ کر جائیے کہ نیکی برباد گناہ لازم، ۶ و ۷، وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ،

مجھ سا ناکارہ قرآن پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہو سکتا ہے، ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا، مگر اہل فہم کے لئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا، اس لئے کہ اسباب محبت جن کو اہل فن نے کسی کے ساتھ محبت کا ذریعہ بتلایا ہے، پانچ چیز میں منحصر ہیں، اوّل اپنا وجود کہ طبعاً آدمی اس کو محبوب رکھتا ہے، قرآن شریف میں حوادث سے امن ہو اس لئے وہ اپنی حیات و بقا کا سبب ہی، دوسرے طبعی مناسبت جس کے متعلق اس سے زیادہ کیا وضاحت کر سکتا ہوں کہ کلام صفتِ الٰہی ہے، اور مالک اور

ملوکؑ آقا اور بندہ میں جو مناسبت ہو وہ واقفوں سے مخفی نہیں ؎

ہست ربّ النّاس را باجان ناس ؛ اتصالِ بے تکیّف و بے قیاس

سب سے ربطِ آشنائی ہے اسے ؛ دل میں ہر ایک کے رسائی ہے اسے

تیسرےؔ جمال چوتھےؔ کمال، پانچویںؔ احسان، ان ہر سہ امور کے متعلق احادیث بالا میں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جس کی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہو اقتصار کریں گے بلکہ وہ خود بے تردّد اس امر تک پہنچیں گے کہ عزّت افتخار، شوق و سکون، جمال و کمال اکرام و احسان، لذّت و راحت، مال و متاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاویں گے جو محبّت کے اسباب میں ہو سکتی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اس سے افضل نہ ارشاد فرمایا ہو، البتہ حجاب میں مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے، لیکن عقلمند شخص اس وجہ سے کہ کیچی کا چھلکا خاردار ہو اس کے گودہ سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے، پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کرے گا اور کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی کرے گا، اس کا یقین ہو جاوے کہ جس کی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں، وہ اسی چادر میں ہے ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے، اسی طرح کلام پاک کے اُن فضائل و مناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجّہی اور لاپرواہی کرے، بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور، حضرت عثمانؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جاویں تو تلاوت کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو،

ثابت بنانی رح کہتے ہیں کہ بیس۲۰ برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا، اور بیس۲۰ برس سے مجھے اس کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے، پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلام کو "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق پاوے گا، اے کاش کہ ان الفاظ کے معنی مجھ پر بھی صادق آتے، مَیں ناظرین سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ کہنے والے کی طرف التفات نہ فرمائیں، کہ میری ناکارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے، بلکہ بات کی طرف توجّہ فرمائیں، اور جہاں سے یہ امور ماخوذ ہیں اس کی طرف التفات کیجیے، کہ میں درمیان میں صرف نقل کا واسطہ ہوں،

یہاں تک پہونچنے کے بعد اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ وہ کسی کے دل میں حفظِ قرآنِ پاک کا ولولہ پیدا کردے، پس اگر بچّہ کو حفظ کرانا ہے تو اس کے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں کہ بچپن کی عمر خود حفظ کے لئے معین ومجرّب ہے، البتہ اگر کوئی شخص بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرے تو اس کے لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا ایک مجرّب عمل لکھتا ہوں جس کو ترمذی، حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے، جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جس کو تو بتلاوے اس کے لئے بھی نافع ہو، اور جو کچھ تو سیکھے وہ محفوظ رہے، حضرت علی رضؓ کے دریافت کرنے پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہوسکتا ہو کہ رات کے اخیر تہائی حصّہ میں اٹھے تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے، اور دُعاء اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے، اسی وقت کے انتظار میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا، سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ، "عنقریب میں تمھارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا"، (یعنی جمعہ کی رات کو) پس اگر اس وقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت اور یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر شروع رات ہی میں کھڑا ہو اور چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسٓ شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ دُخان اور تیسری رکعت میں سورۂ الٓمٓ سجدہ[1] اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھے، اور جب التحیات سے فارغ ہوجاوے تو اوّل حق تعالیٰ شانہٗ کی خوب حمد وثناء کر اس کے بعد مجھ پر درُود اور سلام بھیج، اس کے بعد تمام انبیاء پر درود بھیج، اس کے

[1] ترتیب قرآنی میں یہ سورت پہلی دونوں سورتوں سے مقدم ہے، مگر اوّل تو نوافل میں فقہاء نے اس قسم کی گنجائش فرمائی ہے، دوسرے نوافل کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے، اور اس شفعہ کی دونوں سورتیں آپس میں مرتب ہیں، اس لئے کوئی کراہت نہیں، ہکذا فی الکوکب الدری و ہامشہ ۱۲ منہ

بعد تمام مؤمنین کے لئے اور اُن تمام مسلمان بھائیوں کے لئے جو تجھ سے پہلے مرچکے ہیں استغفار کر اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھ،

ف: دعاء آگے آرہی ہے، اس کے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد وثناء وغیرہ جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، دوسری روایات سے جن کو شروحِ حصن... اور مناجاتِ مقبول وغیرہ میں نقل کیا ہے، مختصر طور پر ایک ایک دعاء نقل کردی جائے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں، اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہوں وہ اس پر قناعت نہ کریں بلکہ حمد وصلوٰۃ کو بہت اچھی طرح مبالغہ سے پڑھیں، (دعاء یہ ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ۔

ترجمہ: "تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے، ایسی تعریف جو اسکی مخلوقات کے اعداد کے برابر ہو، اس کی مرضی کے موافق ہو، اس کے عرش کے وزن کے برابر ہو اس کے کلمات کی سیاہیوں کے برابر ہو، اے اللہ! میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا، تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود بیان کی، اے اللہ! ہمارے سردار نبی امّی اور ہاشمی پر درود وسلام اور برکات نازل فرما اور تمام نبیوں اور رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی، اے ہمارے رب! ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں مؤمنین کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر اے ہمارے رب تو مہربان اور رحیم ہے، اے الٰہ العالمین میری اور میرے والدین کی اور تمام مؤمنین اور مسلمانوں کی مغفرت فرما، بے شک تو دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے"

اس کے بعد وہ دُعاء پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں حضرت

علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی، اور وہ یہ ہے :-

اللھم ارحمنی بترک المعاصی ابدا ما ابقیتنی وارحمنی ان اتکلف ما لا یعنینی وارزقنی حسن النظر فیما یرضیک عنی، اللھم بدیع السموات والارض ذا الجلال والاکرام والعزۃ التی لا ترام اسئلک یا اللہ یا رحمن بجلالک ونور وجھک ان تلزم قلبی حفظ کتابک کما علمتنی وارزقنی ان اقرأہ علی النحو الذی یرضیک عنی، اللھم بدیع السموات والارض ذا الجلال والاکرام والعزۃ التی لا ترام اسئلک یا اللہ یا رحمن بجلالک ونور وجھک ان تنور بکتابک بصری وان تطلق بہ لسانی وان تفرج بہ عن قلبی وان تشرح بہ صدری وان تغسل بہ بدنی فانہ لا یعیننی علی الحق غیرک ولا یؤتیہ الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۵

ترجمہ :- اے اللہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں، اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما، اے اللہ! اے زمین اور آسمان کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہو، اے اللہ! اے رحمن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنا کلام پاک مجھے سکھادیا اسی طرح اسکی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کردے اور مجھے توفیق عطا کر کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہوجائے، اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنیوالے، اے عظمت اور بزرگی والے! اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن، اے اللہ! اے رحمن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کو تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کردے اور میری زبان کو اس پر جاری کردے اور اس کی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دور کردے، اور میرے سینے کو کھول دے، اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھودے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور

تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کر سکتا، اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہو سکتی مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے "

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ! اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر انشاء اللہ دعاء ضرور قبول کی جائے گی، قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیت دعاء نہ چوکے گی، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعہ گذرے ہوں گے، کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا، اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں، اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی از بر ہو جاتی ہیں کہ گویا... قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا ہے، اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی، اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا "

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبیؐ کی رحمت کے طفیل مجھے بھی قرآن و حدیث کے حفظ کی توفیق عطا فرمادیں اور تمہیں بھی، وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ؕ

تکملہ

اوپر جو چہل حدیث لکھی گئی ہیں وہ ایک خاص مضمون کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے اس میں اختصار کی رعایت نہیں ہو سکی، اس زمانہ میں چونکہ ہمتیں بہت ہی پست ہو گئی ہیں، دین کے لئے کسی معمولی مشقت کا بھی برداشت کرنا گراں ہے، اس لئے اس جگہ ایک دوسری چہل حدیث نقل کرتا ہوں جو نہایت ہی مختصر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی جگہ منقول ہے، اس کے ساتھ ہی اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ مہمات دینیہ کو ایسی جامع ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، کنز العمال میں قدمائے محدثین کی ایک جماعت کی طرف اس کا انتساب کیا ہے، اور متاخرین میں سے مولانا قطب الدین صاحب مہاجر مکیؒ نے بھی اس کو ذکر فرمایا ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ دین کے ساتھ وابستگی رکھنے والے حضرات کم از کم اس کو حفظ کر لیں کہ کوڑیوں میں لعل ملتے ہیں، وہ حدیث یہ ہے:-

عَنْ سَلْمَانَ رضی قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَرْبَعِیْنَ
حَدِیْثًا الَّتِیْ قَالَ مَنْ حَفِظَهَا مِنْ اُمَّتِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَا هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟
قَالَ (۱) اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ (۲) وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (۳) وَالْمَلٰٓئِکَةِ (۴) وَالْکُتُبِ
(۵) وَالنَّبِیِّیْنَ (۶) وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ (۷) وَالْقَدَرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ
تَعَالٰی (۸) وَاَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (۹) وَ
تُقِیْمَ الصَّلٰوةَ بِوُضُوْءٍ سَابِغٍ کَامِلٍ لِّوَقْتِهَا (۱۰) وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوةَ (۱۱) وَتَصُوْمَ
رَمَضَانَ (۱۲) وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنْ کَانَ لَکَ مَالٌ (۱۳) وَتُصَلِّیَ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ رَکْعَةً
فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ (۱۴) وَالْوِتْرَ لَا تَتْرُکْهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ (۱۵) وَلَا تُشْرِکْ
بِاللّٰهِ شَیْئًا (۱۶) وَلَا تَعُقَّ وَالِدَیْکَ (۱۷) وَلَا تَاْکُلْ مَالَ الْیَتِیْمِ ظُلْمًا (۱۸) وَلَا
تَشْرَبِ الْخَمْرَ (۱۹) وَلَا تَزْنِ (۲۰) وَلَا تَحْلِفْ بِاللّٰهِ کَاذِبًا (۲۱) وَلَا تَشْهَدْ
شَهَادَةَ زُوْرٍ (۲۲) وَلَا تَعْمَلْ بِالْهَوٰی (۲۳) وَلَا تَغْتَبْ اَخَاکَ الْمُسْلِمَ،
(۲۴) وَلَا تَقْذِفِ الْمُحْصَنَةَ (۲۵) وَلَا تَغُلَّ اَخَاکَ الْمُسْلِمَ (۲۶) وَلَا تَلْعَبْ
(۲۷) وَلَا تَلْهُ مَعَ اللَّاهِیْنَ (۲۸) وَلَا تَقُلْ لِلْقَصِیْرِ یَا قَصِیْرُ تُرِیْدُ بِذٰلِکَ
عَیْبَهٗ (۲۹) وَلَا تَسْخَرْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ (۳۰) وَلَا تَمْشِ بِالنَّمِیْمَةِ بَیْنَ الْاَخَوَیْنِ
(۳۱) وَاشْکُرِ اللّٰهَ تَعَالٰی عَلٰی نِعْمَتِهٖ (۳۲) وَتَصْبِرَ عَلَی الْبَلَاءِ وَالْمُصِیْبَةِ،
(۳۳) وَلَا تَاْمَنْ مِنْ عِقَابِ اللّٰهِ (۳۴) وَلَا تَقْطَعْ اَقْرِبَائَکَ (۳۵) وَصِلْهُمْ
(۳۶) وَلَا تَلْعَنْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ (۳۷) وَاَکْثِرْ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ
وَالتَّهْلِیْلِ (۳۸) وَلَا تَدَعْ حُضُوْرَ الْجُمُعَةِ وَالْعِیْدَیْنِ (۳۹) وَاعْلَمْ اَنَّ
مَا اَصَابَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ وَمَا اَخْطَاَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَکَ (۴۰) وَلَا تَدَعْ
قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (رواه الحافظ ابو القاسم بن عبد الرحمٰن بن
محمد بن اسحٰق بن منده والحافظ ابو الحسن علی بن ابی القاسم بن بابویه
الرازی فی الاربعین وابن عساکر والرافعی عن سلمان)

ترجمہ: "سلمان رضی کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ
چالیس حدیثیں جن کے بارے میں یہ کہا ہے کہ جو ان کو یاد کرے جنت میں داخل
ہوگا، وہ کیا ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

(۱) اللہ پر ایمان لاوے یعنی اس کی ذات وصفات پر (۲) اور آخرت کے دن پر (۳) اور فرشتوں کے وجود پر (۴) اور پہلی کتابوں پر (۵) اور تمام انبیاء پر (۶) اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر (۷) اور تقدیر پر کہ بھلا اور برا جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے (۸) اور گواہی دے تو اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں (۹) ہر نماز کے وقت کامل وضو کر کے نماز قائم کرے (کامل وضو وہ کہلاتا ہے جس میں آداب و مستحبات کی رعایت رکھی گئی ہو اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نئی وضو ہر نماز کے لئے کرے اگرچہ پہلے سے وضو ہو کہ یہ مستحب ہے اور نماز کے قائم کرنے سے اس کے تمام سنن اور مستحبات کرنا مراد ہے، چنانچہ دوسری روایت میں وارد ہے اِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ "یعنی جماعت میں صفوں کو ہموار کرنا (کہ کسی قسم کی کجی یا درمیان میں خلا نہ رہے) یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے (۱۰) زکوٰۃ ادا کرے (۱۱) اور رمضان کے روزے رکھے، (۱۲) اگر مال ہو تو حج کرے، یعنی اگر جانے کی قدرت رکھتا ہو تو حج بھی کرے، چونکہ اکثر مانع مال ہی ہوتا ہے، اس لئے اسی کو ذکر فرمادیا ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے، (۱۳) بارہ رکعاتِ سنتِ مؤکدہ روزانہ ادا کرے، اس کی تفصیل دوسری روایات میں اس طرح آئی ہے کہ صبح سے پہلے دو رکعت، ظہر سے قبل چار رکعت، ظہر کے بعد دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت، عشاء کے بعد دو رکعت (۱۴) اور وتر کو کسی رات میں نہ چھوڑے چونکہ وہ واجب ہے اور اس کا اہتمام سنتوں سے زیادہ ہے، اس لئے اس کی تاکیدی لفظ سے ذکر فرمایا، (۱۵) اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے (۱۶) اور والدین کی نافرمانی نہ کرے (۱۷) اور ظلم سے یتیم کا مال نہ کھاوے، یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہو جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو مضائقہ نہیں، (۱۸) اور شراب نہ پئے (۱۹) زنا نہ کرے (۲۰) جھوٹی قسم نہ کھاوے (۲۱) جھوٹی گواہی نہ دے (۲۲) خواہشاتِ نفسانیہ پر عمل نہ کرے (۲۳) مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے (۲۴) عفیفہ عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح عفیف مرد کو)

(۲۵) اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے (۲۶) لہو ولعب میں مشغول نہ ہو،
(۲۷) تماشائیوں میں شریک نہ ہو (۲۸) کسی پستہ قد کو عیب کی نیت سے ٹھگنا مت کہو یعنی
اگر کوئی عیب دار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اس کے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو،
نہ عیب کی نیت سے کہا جاتا ہو جیسا کہ کسی کا نام بُدھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں،
لیکن طعن کی غرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں (۲۹) کسی کا مذاق مت اڑاؤ
(۳۰) نہ مسلمانوں کے درمیان چغل خوری کر (۳۱) اور ہر حال میں اللہ جل شانہٗ کی
نعمتوں پر اس کا شکر کر (۳۲) بلا اور مصیبت پر صبر کر (۳۳) اور اللہ کے عذاب سے بےخوف
مت ہو (۳۴) اعزّا سے قطع تعلق مت کر (۳۵) بلکہ اُن کے ساتھ صلۂ رحمی کر
(۳۶) اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر (۳۷) سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ان الفاظ کا اکثر ورد رکھا کر (۳۸) جمعہ اور عیدین
میں حاضری مت چھوڑ (۳۹) اور اس بات کا یقین رکھ کہ جو کچھ تکلیف اور راحت
تجھے پہونچی وہ مقدر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی، اور جو کچھ نہیں پہنچا وہ کسی طرح بھی
پہنچنے والا نہ تھا (۴۰) اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کسی حال میں بھی مت چھوڑ"
سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص اس کو یاد کرلے
اس کو کیا اجر ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتقدّس اس کا
انبیاء علیہم السلام اور علماء کے ساتھ حشر فرمادیں گے،

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری سیئات سے درگذر فرماکر اپنے نیک بندوں میں محض اپنے
لطف سے شامل فرمالیں تو اس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں، پڑھنے والے حضرات
سے بڑی ہی لجاجت کے ساتھ استدعا ہے کہ دعائے خیر سے اس سیہ کار کی بھی دستگیری
فرماویں، وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ؀

محمد زکریا کاندھلوی عفی عنہ
مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

پنجشنبہ، ۲۹ ذی الحجہ
سنہ ۱۳۴۸ھ

ناشر:- مکتبۂ رشیدیہ، قاری منزل متصل پاکستان چوک، کراچی ۱

مکتبہ رشیدیہ کراچی کی چند اسلامی مطبوعات؛

- صدیق اکبرؓ — عکسی
- زبدۃ المناسک — 〃
- اعمالِ قرآنی مکمل — 〃
- جمال القرآن کلاں — 〃
- حقوق الاسلام — 〃
- النفائس المرغوبہ — 〃
- اصولِ اسلام — 〃
- تعلیم الاسلام مکمل — 〃
- تبلیغی نصاب مجلد (پلاسٹک کور میں) — 〃
- فضائلِ تبلیغ — 〃
- فضائلِ نماز — 〃
- فضائلِ رمضان — 〃
- فضائلِ قرآن — 〃
- فضائلِ ذکر — 〃
- حکایاتِ صحابہؓ — 〃

- موت کی یاد — عکسی
- مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج — 〃
- خدا کی باتیں — 〃
- رسولؐ کی باتیں — 〃
- معجزاتِ رسولؐ — 〃
- جنت کی ضمانت — 〃
- صلوٰۃ و سلام — 〃
- موت کا جھٹکا — 〃
- جنت کی کنجی — 〃
- دوزخ کا کھٹکا — 〃
- معلم الدین مجلد — 〃
- تحفۃ الصیام مع فضائل الشہور والایام — مجلد
- اسلام کا نظام زکوٰۃ — 〃
- معین الحجاج — 〃

- تعلیماتِ اسلام — عکسی
- مسنون مقبول دعائیں — 〃
- قرآن کی فضیلت — 〃
- چہل حدیث — 〃
- فضیلتِ شعبان — 〃
- ذکرِ رسولؐ — 〃
- معراجِ رسولؐ — 〃
- نماز مترجم جلی قلم — 〃
- نماز کی کتاب — 〃
- ترغیبُ الصلوٰۃ — 〃
- جنت کی کنجی (مکمل نماز) — 〃
- طریقۂ حج (جیبی سائز) — 〃
- طریقۂ عمرہ — 〃
- اوقاتِ نماز کی شرعی دائمی جنتری — 〃
- قرآن مجید معریٰ — عکسی
- پنج پارے — 〃

ان کے علاوہ

قاعدے بغدادی و نورانی، پارے و دیگر مذہبی کتابیں مندرجہ ذیل پتہ سے خرید فرمائیے:۔

مکتبہ رشیدیہ قاری منزل پاکستان چوک کراچی ۱

مفصل فہرست کتب مندرجۂ بالا پتہ سے مفت طلب فرمائیے